اللہ کی ہستی وصفات کی نشانیاں

جولوگ نشانیاں مانگتے ہیں ان کے جواب میں فرمایا: خدا یقیناً نشانیاں دکھانے کی قدرت رکھتا ہے اور اس نے نشانیاں دکھلا بھی دی ہیں، لیکن بہت کم ہیں جو انھیں سمجھتے ہوں۔

اگر تم نشانیوں کی ڈھونڈھ میں ہو تو بتاؤ تمام کائنات خلقت میں جو کچھ موجود ہے وہ کیا ہے؟ تمام فضائے ہستی جن حیرت انگیز اچنبھوں سے بھری ہوئی ہے ان کے لیے تمہاری بولی میں کون سا نام ہے؟ یہ سب کچھ اس کی ہستی وصفات کی نشانیاں نہیں ہیں تو اور کیا ہے؟ زمین کے تمام جانوروں کو دیکھو جو تمہارے قدموں کے پاس ہیں، ہوا کے پرندوں کو دیکھو جو تمہارے چاروں طرف اڑ رہے ہیں، کس طرح ہم نے تمہاری ہی طرح ان کی بھی امتیں بنادی ہیں۔ ہر امت اپنی پیدائش، اپنی معیشت اور اپنی ضروریات زندگی کے لیے ایک قانون حیات رکھتی ہے۔ پس جو لوگ علم وبصیرت رکھنے والے ہیں انہیں صحیفۂ فطرت کی نشانیوں کے بعد اور کسی نشانی کی احتیاج نہیں ہوسکتی۔

لیکن جن لوگوں نے خدا کی دی ہوئی عقل وبصیرت تاراج کر دی اور گونگے اور بہرے ہو کر تاریکیوں میں گم ہو گئے تو ان کے لیے کوئی نشانی بھی سودمند نہیں، کیوں کہ جو آدمی گونگا اور بہرا ہو اور تاریکی میں کھویا گیا تو اسے کیوں کر راہ مل سکتی ہے۔ تم اسے راہ دکھانے کے لیے پکارو تو سنے گا نہیں، خود پکارنا چاہے تو پکار سکتا نہیں، ہاں! یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی جبراً اٹھا کر روشنی میں لے آئے، تو ہدایت ایسی چیز نہیں جو جبراً کسی کے حلق میں ٹھونس دی جائے۔

(ابوالکلام آزاد، ترجمان القرآن، ج ۳، ص: ۷۱۷-۷۱۹)

دوستی کا معیار-صالحیت اورتقویٰ

رفیع الله مسعود تیمی

حدثنا مسلم بن ابراهيم حدثنا ابان عن قتادة عن انس رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "مثل المومن الذى يقرأ القرآن مثل الأترجة، ريحها طيب وطعمها طيب، ومثل المومن الذى لايقرأ القرآن كمثل التمرة طعمها طيب ولاريح لها، ومثل الفاجر الذى يقرأ القرآن كمثل الريحانة، ريحهاطيب وطعمها مر، ومثل الفاجر الذى لايقرأالقرآن كمثل الحنظلة طعمها مر ولاريح لها، ومثل الجليس الصالح كمثل صاحب المسك ان لم يصبك منه شئ أصابك من ريحه، ومثل جليس السوء كمثل صاحب الكير ان لم يصبك من سواده أصابك من دخانه"(بخاری:۵۰۲۰،کتاب فضائل القرآن، مسلم:۲۴۳)

ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مومن کی مثال جوقرآن پڑھتا ہے اس نارنگی کی سی ہے جس کی بوبھی عمدہ اور جس کا ذائقہ بھی اچھا ہے۔ایسے مومن کی مثال جوقرآن نہیں پڑھتا ہے اس کھجور کی سی ہے جس کا ذائقہ اچھا ہولیکن اس میں بونہ ہو، فاجر کی مثال جوقرآن پڑھتا ہے اس گلدستہ کی طرح ہے جس کی بوعمدہ ہے اور اس کا مزہ کڑوا ہوتا ہے اور فاجر کی مثال جوقرآن نہیں پڑھتا اس ایلوے کے مانند ہے جس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے اوراس میں کوئی بونہیں ہوتی ہے۔اور صالح دوست کی مثال اس مشک والے کی طرح ہے کہ اگراس سے کچھ بھی نہ ملے تو بھی تجھ کواس کی خوشبوضرور ملے گی اور برے دوست کی مثال اس دھونکنی (لوہے کی بھٹی) والے کی طرح ہے کہ وہ اس کی سیاہی سے بچ بھی جائے تو اس کا دھواں توضرور پائے گا۔

تشریح: حدیث مذکور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عمدہ مثالیں پیش کی ہیں ان میں سے مومن اور فاجر کی مثال ہے اور اچھے و برے ہمنشیں کی مثال اور یہاں حدیث کے آخری ٹکڑے سے متعلق کی توضیح مقصود ہے۔

اس کارگہ حیات میں انسان کا ایک دوسرے کے ساتھ فطری طور پر تعلق ہوتا ہے اور دوسروں کے ساتھ معاملات اور لین دین کرتے کرتے اچھا تعلق بن جاتا ہے لیکن انسان ان تمام کو اپنا دوست بنانا نہیں چاہتا ہے بلکہ سب سے تعلق اس کے الگ الگ دائرہ کار کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ان سے ملاقات کا ایک سلسلہ جاری رکھتا ہے اور اپنے کاموں کو انجام دیتا رہتا ہے۔ہاں! بعض ایسے احباب ضرور رہتا ہے جواس کے حقیقی دوست ہوتے ہیں اوران کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اور چند لمحے خوشگوار موڈ میں گفتگو کرنا چاہتا ہے، ان کو اپنا رفیق رکھتا ہے اوران سے سچی دوستی کرتا ہے، اپنے دکھ درد وغم اور پریشانیوں میں ان کو ساتھ رکھتا ہے، ان سے مشورے طلب کرتا ہے، لیکن دوستی کا معیار کیا ہو؟ اگر آدمی اس سے آگاہ رہتا ہے تو انجام کار بھی بہتر ہوتا ہے اور واقف نہیں ہوتا تو انجام کار برا ہوتا ہے۔

حدیث کے اندر دوست کو بنانے میں صالحیت، تقویٰ و پرہیز گاری کو دوستی کا اعلی معیار قرار دیا گیا ہے کہ انسان ایک ایماندار، صالح ومتقی کو اپنا دوست بنائے تو اس سے ہر لمحہ فائدہ میں رہتا ہے، وہ اس کی خوشی وغم میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔اس کی صحبت کے اچھے اثرات اس کی زندگی پر پڑتے ہیں، اس کی ترقیوں میں معاون بنتا ہے، اچھے مشوروں سے نوازتا ہے، گویا ایسے دوست کی زندگی اپنے دوست کے لیے سراپا نفع بخش ہوتی ہے۔مرنے کے بعد بھی اپنی صالحیت کی بنیاد پر اچھے لوگوں کی رفاقت اسے نصیب ہوگی۔

مسند احمد(۳/۳۸)اورصحیح الجامع(۷۳۴۱)میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک صحیح حدیث مروی ہے جس میں نبی نے فرمایا:"لاتصاحب إلا مومنا ولايأكل طعامك إلا تقى." کہ تم اپنا ساتھی(دوست)صرف مومن کو بناؤ اور تمہارا کھانا صرف پرہیز گار شخص ہی کھایا کرے۔

اس حدیث میں بھی اس بات کی تاکید ہے کہ جب بھی دوستی کی جائے تو مومن اور صالح انسان سے دوستی کی جائے۔اپنی صحبت میں نیک خصلت لوگوں کو رکھا جائے تاکہ کھانے پر بھی وہی لوگ ہوں۔آج معاملہ برعکس نظر آتا ہے، دوستی کا معیار بدل چکا ہے۔جو جتنا بڑا مافیا گروپ کا سرغنہ ہواس کو اپنا دوست بنانے میں انسان فخر محسوس کرتا ہے، اس کو اپنی دعوتوں میں بلاتا ہے، شادی کے کارڈ ان کو بھیجتا ہے، غرباومساکین کو مدعو کرنا کسر شان سمجھتا ہے، بڑے بڑے سیاسی نیتاؤں سے رفاقت کو باعث عزوشرف خیال کرتا ہے، یہ صرف جاہل مسلمانوں کا ہی شیوہ نہیں ہے بلکہ قرآن وحدیث کے جانکاروں کا بھی یہی عام طریقہ بن گیا ہے جو احادیث رسول سے دانستہ طور پر سرد مہری کی دلیل کہی جاسکتی ہے۔اگر زندگی کے بعض شعبوں میں اور بعض کاموں میں ان کا محض تعاون درکار ہے تو کوئی بات نہیں لیکن ان کی صحبت، ان کی مجالست، ان کی رفاقت کو ترجیح دینا اور فخریہ بیان کرنا کہ فلاں غیر مسلم ہمارا پکا دوست ہے حدیث رسول کی مخالفت کے مترادف ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں سے تعلقات کو بہتر بنایا لیکن اپنا ہمنشیں ورفیق مومن کو رکھا۔ان کا خلیل کوئی بے ایمان نہیں بنا۔گویا خلت ودوستی کا معیار تقویٰ اور صالحیت ہے۔اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک صحیح حدیث میں اسی بات کی تاکید بھی ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"الرجل على دين خليله فلينظر احدكم من يخالل."(سنن ترمذی:۲۳۷۹،سنن ابی داود:۴۸۳۳،مسند احمد:۲/۳۰۳،صحیح الجامع الصغیر:۳۵۴۵) کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس کو دوست بناتا ہے۔

دوستوں کے انتخاب میں بھی دینداری اور مذہب کی پاسداری ضروری ہے۔اگر بروں کی صحبت میں رہتا ہے تو تمام اسلامی شرائع کو یا تو چھوڑ دیتا ہے یا ان سے نفرت کرنے لگتا ہے اور ایسی بہت ساری مثالیں معاشرہ میں قائم ہیں جب غیر مسلموں کے ساتھ ہوتا ہے تو ان کے رسوم کو بجالانے میں عار محسوس نہیں کرتا اور ایسا اس لیے کہ اس سے تعلق ودوستی کے ختم ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے، بادل نخواستہ ہی سہی ان کی تعمیل میں اپنا سر جھکا دیتا ہے، غنڈوں اور چوروں کے ساتھ رہتا ہے تو ان کا رازدار ہوتا ہے اور بھی اس قسم کے غلط لوگوں کی صحبت میں رہتے رہتے اس کا ایمانی ضمیر مردہ اور اسلام سے برگشتگی ہوجاتی ہے۔چنانچہ ہر شخص کو دوستی کا معیار صالحیت وتقوی اور دین اسلام کو بنانا چاہیے اور ایسے نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنی چاہئے جن کے ساتھ رہ کر دنیا اور آخرت دونوں سنور سکے۔

اللہ تعالی ہمیں اور جملہ مسلمانوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن مبارکہ پر عمل کی توفیق بخشے۔آمین

☆☆☆

اداریہ

عبدالمعید مدنی

سارک کانفرنس

نئی دہلی میں دوروزہ چودہویں سارک کانفرنس کا آغاز ۴/اپریل ۲۰۰۷ء سے ہوا۔ سارک کے ۷ ممالک ہندوستان، پاکستان، سری لنکا، بنگلا دیش، نیپال، مالدیپ اور بھوٹان ممبر ہوا کرتے تھے۔ افغانستان کی حالیہ سارک میں شمولیت کے باعث اس کے ممبران کی تعداد ۸ ہوگئی ہے۔

ایک وقت تھا کہ قومیت کی مختلف شکلیں ظاہر ہوئیں، رنگ، نسل، زبان، کلچر، جغرافیہ اور فرقہ پرستی کی بنیاد پر ساری دنیا میں ملکی سرحدیں کھینچی گئیں۔ نفرت اور تعصب کی وجہ سے دوریاں ہی دوریاں تھیں لیکن بڑھتی آبادی اور بڑھتی ہوئی معاشی ضرورتوں نے حد بندیوں کو کم کرنے اور نفرتوں کی دیواروں کو گرانے کے لیے راستہ کھولا پھر ٹرانسپورٹیشن اور انفارمیشن نے فاصلوں کو ختم کردیا اور دنیا عالمی گاؤں بن گئی اور گلوبلائزیشن کے عالمی نظام کے قیام کی بات ہورہی ہے جو محض اقتصادی استعمار کی ایک نئی شکل ہے۔

اس نئی صورت حال میں یورپی یونین کا قیام عمل میں آیا اور ۷ ممبران سے اس کی شروعات ہوئی، اب اس کے ۲۸ ممبران ہیں۔ دو جرمنی ایک ہوگئے، دیوار برلن گرگئی، سویت یونین کا سرخ آہنی حصار ٹوٹ گیا۔ سات بڑھے پھر آٹھ ہوگئے۔ آشیان کے نام پر ایشیا کے ممالک کا ایک گروپ بنا پھر اس کی توسیع ہوئی اور اس میں ایشاء پیسفک ساؤتھ اور امریکہ کے دو درجن کے قریب ممالک شریک ہوئے۔ نافٹا کے تحت امریکہ، کناڈا اور میکسیکو ایک تجارتی معاہدے کے تحت جٹے۔ سرمایہ دار اور کمیونسٹ حلقہ بندی ختم ہوئی۔ گلف میں ۶ خلیجی ممالک کا ایک اتحاد بنا، منظمۃ المؤتمر الاسلامی کا قیام عمل میں آیا، یہ اور اس جیسی بے شمار باہمی تعاون اور تقارب کی راہیں کھلیں۔ عالمی اور صنعتی تجربات کا تبادلہ ہوا۔ پیداوار اور کھپت کے عالمی مارکیٹ کے دروازے کھلے، تجارتی کارپوریشنوں کا دور آیا، سرمایہ کاری کے لیے سرمایہ داروں نے عالمی مسابقہ آرائی شروع کردی، ٹیکس فری زون بننے لگے، خام مال، سستی پیداوار اور سستے مزدوروں کی تلاش شروع ہوئی۔ ساری دنیا میں یہ سب ہورہا ہے لیکن برصغیر کا یہ خطہ ایسا بدنصیب خطہ ہے کہ یہاں سردمہری کی برف پگھل ہی نہیں رہی ہے، مصنوعی وحقیقی رکاوٹیں ہیں۔ بے اعتباری گھٹ نہیں رہی ہے، شکوک وشبہات باہمی تعلقات

کے لیے سم قاتل بنے ہوئے ہیں۔ تعلقات بحال ہونے کے لیے نہ نظریہ سازوں اور پالیسی سازوں کی سیکولر پسندی کام آ رہی ہے نہ انسانیت نوازی چنداں مفید ہے۔ اسی تنظیم کے حوالے سے یا دوطرفہ بین ملکی تعلقات کے حوالے سے اگر کہیں تھوڑی بہت پیش رفت ہوتی ہے تو پھر مطلوب یا غیر مطلوب بیانات بازیوں سے تعلقات میں سرد مہری آ جاتی ہے۔

عجیب بات ہے کہ سارک کی یہ چودھویں کانفرنس ہے، نشست برخاست جاری ہے، مگر سارک سربراہوں کی ان نشستوں سے ان ممالک کے عوام کو کیا ملا۔ ہر بار کچھ نہ کچھ باہمی تبادلۂ مفادات کے اعلان ہوتے ہیں لیکن ان کی روشنائی خشک ہونے سے پہلے ہی دلوں کے آئینے میں بال آ جاتا ہے، آخر کیا وجہ ہے کہ دوسرے خطوں کے مسائل حل ہو جاتے ہیں لیکن اس خطے کے مسائل حل نہیں ہوتے، تعلیم، صنعت وحرفت، کلچر، تجارت اور آمد ورفت میں ویزا کی آسانی کا بار بار تذکرہ آتا ہے مگر اعلان سے آگے کوئی خاص پیش رفت نہیں ہوتی، ان امور سے وابستہ لاتعداد امور زیر بحث آتے ہیں اور نقطہائے اتحاد بھی سامنے ابھر کر آ جاتے ہیں مگر وقت عمل سناٹا ہی سناٹا۔

ان ملکوں کے باشندے خونی، مذہبی اور ثقافتی رشتوں میں باہم مربوط ہیں، مادی رشتوں کے بجائے ادبی وتہذیبی رشتے ہیں، خونی رشتے ہیں، ان کا تقاضا تھا اور ہے کہ ان کا احترام کیا جاتا اور موجود رکاوٹوں کو دور کیا جاتا مگر یہ نہ ہو سکا کہ ان کا احترام کیا جائے اور ان کی راہ کی رکاوٹیں دور ہوں اور مادی تعلقات کی پھر بات ہی کیا۔

اگر غور کیا جائے تو اس کے پیچھے فرقہ پرستی کا وہ مریضانہ ذہن موجود ملے گا جس کی کاشت سوا سو سال سے ہوتی رہی ہے اور جس نے ملک کو تقسیم کرنے میں اہم رول ادا کیا۔ یہی فرقہ پرستی انسانوں کے خون کی ارزانی کا سبب بنی اور یہی فرقہ پرستی اب بھی پورے خطے میں قتل وخون ریزی کا سبب بنی ہوئی ہے۔ اسی کے گرد پورے خطے کی سیاست گھوم رہی ہے، اسی فرقہ پرستی اور اس کے نوع بہ نوع خطرناک جہود مساعی اور ثمرات کی ایک شکل دہشت گردی ہے جو اتنی پر پیچ بن گئی ہے کہ کسی طرح اس کا حل نکلتا نظر ہی نہیں آتا۔ اس کے نتیجے میں انسانی حقوق کی بری طرح پامالی ہو رہی ہے مگر اس کا حل دور دور تک نظر نہیں آتا۔ یہ میڈیا، انتظامیہ اور سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے لیے اور عوام کے لیے دردِ سر بنی ہوئی ہے، سارک کی میٹنگوں میں اور بین ملکی ملاقاتوں میں بھی اسے مشکلات ومسائل کی لسٹ میں سرفہرست رکھا جاتا ہے مگر اس کا حل نکل نہیں پا رہا ہے، آخر بات کیا ہے؟ یہ سوال پورے خطے کے عوام کے لیے پریشان کن بنا ہوا ہے۔

روگ اتنا مزمن بنا ہوا ہے کہ ملکوں کی سرحدوں کے اس پار یا اس پار کے بین ملکی مسائل پر یہ سرفہرست تو ہے ہی خود اندرون ملک اس کے اثرات اس قدر خطرناک ہیں کہ ہر جگہ جا یا بے جا خوف کا سبب بنا ہوا ہے اور زندگی کے لیے مستقل عذاب ہے۔ شکوک وشبہات کا ایسا ماحول ہے کہ اس ماحول میں حقوقِ انسانی کی پامالی بری طرح ہوتی ہے بسا اوقات یہ قانون کا منہ چڑھاتا ہے اور تعصب اپنا کام کر جاتا ہے اور بسا اوقات ایسے ماحول میں قلوب واذہان پر تعصب اپنا ڈیرا جما لیتا ہے اور پھر حقیقت کو جاننے کے لیے لوگ ضرورت ہی نہیں محسوس کرتے ہیں۔ بس فرقہ پرستانہ تعصّبات ہی لوگوں کے لیے یقین واذعان کا ذریعہ اختیار کر لیتے ہیں اور لوگ انھیں ڈھوتے پھرتے ہیں پورے خطے میں فرقہ پرستی کا جال تن چکا ہے، بہت سے وہ لوگ جو فرقہ پرستی کو لعنت سمجھتے ہیں بے بس ہیں۔

پورے خطے کی کل کہانی یہی ہے۔ یہاں کے مشکلات کی ابتداء فرقہ پرستی سے ہوئی اور انتہا بھی فرقہ پرستی پر ہوتی ہے۔ یہاں ہر قسم کی فرقہ پرستی اپنا کام کرتی رہی اور کرتی ہے۔ سوا سو سال کی اس فرقہ پرستی کے پیچ وخم، اس کے مضمرات، اس کی مختلف شکلیں، اس کے ثمرات جب تک پیش نظر نہیں رہیں گے ان کے نقصانات اور ان کی بھیانک کارستانیوں کا ادراک نہیں ہوگا۔ شاید یہ بدنصیب اور دنیا کا سب سے زیادہ خطرناک تسلیم کیا گیا خطہ امن کے لیے ترستا رہے گا اور فرقہ پرست عناصر فرقہ پرستی کی سیاست کرتے اور انسانی خون کی ہولی کھیلتے رہیں گے۔ بروقت اس خطے کے جتنے مسائل ہیں سب اسی فرقہ پرستی کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں اور فرقہ پرستوں نے انھیں پالا پوسا ہے اور موجودہ دہشت گردی اور اس کا ردعمل بھی اسی فرقہ پرستی کا ایک حصہ اور نتیجہ ہے۔

ضرورت اس کی ہے کہ اس خطے میں اس متعدد الوجوہ فرقہ پرستی کو پہچانا جائے، اس مرض کی تشخیص کی جائے، قانون انسانیت، فطرت، صحیح سوچ اور صالح عقیدہ وعمل کے حوالے سے اس کی تعیین ہو۔ پھر سیاست، تجارت، میڈیا، تعلیم اور روزمرہ تعامل سے اس کو نکال باہر کیا جائے۔ عدل وانصاف کو تسلیم کیا جائے۔ حقوق انسانی کو تسلیم کیا جائے۔ فرد وسماج کے مشترکہ مفادات کو تحفظ دیا جائے اور ان پر پورے ارتکاز کے ساتھ کام کیا جائے، تب یہ خطہ امن کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ جب تک فرقہ پرستی اس خطے میں اپنا کام کرتی رہے گی، قلوب واذہان اس کے گھیرے میں رہیں گے اور پر امن کوششوں کے لیے ان کی صلاحیت مخدوش بنی رہے گی۔

دہشت گردی سے بڑا اس خطے کا مسئلہ متعدد الوجوہ فرقہ پرستی ہے۔ دہشت گردی اور دہشت گردی کا ردعمل اس کا ایک خطرناک ترین حصہ ہے جب تک اس متعدد الوجوہ طویل المیعاد مزمن فرقہ پرستی کو جڑ سے اکھاڑ نہیں پھینکا جاتا، اس خطے کے ملکوں میں خوشحالی، امن، استقرار اور تہذیب وتمدن کی فراوانی شاید خواب وخیال بنی رہے گی۔

☆☆☆

ازہر عبدالرحمٰن رحمانی، مبارکپور

حقوق والدین کی اہمیت

اللہ رب العالمین نے قرآن مجید میں جگہ جگہ اپنے حق کے ساتھ والدین کے حق کا تذکرہ کیا ہے اوراس کی ادائیگی کی تاکید فرمائی ہے۔جس سے والدین کے حقوق کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔اللہ تعالی کا ارشاد ہے:﴿واعبدوا اللہ ولاتشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا﴾(نساء:۳۶)اللہ ہی کی عبادت کرو،اوراس کے ساتھ کسی کوشریک نہ ٹھہراؤاوروالدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔

اللہ تعالیٰ نے والدین کے حق کی توضیح بڑی تفصیل کے ساتھ ان الفاظ میں کی ہے:﴿وقضٰی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا إما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلاتقل لھما اف ولاتنھرھما وقل لھما قولا کریما واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا﴾(بنی اسرائیل:۲۳-۲۴)

”تمہارے رب نے حکم دیا ہے کہ اسی کی عبادت کرو،اوروالدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ،اگران میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کوپہنچ جائیں توتم ان کواف تک نہ کہو،اورنہ انہیں ڈانٹو،اوران سے نرمی کے ساتھ بات کرو،اوران کے لیے نرمی کے بازوکورحمت ومہربانی سے جھکائے رکھواور یہ دعا کرتے رہو کہ اے پروردگار! میرے والدین پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش ونگہداشت کی۔“

یہ قرآن مجید کی نہایت جامع آیت کریمہ ہے جس میں بڑے بلیغ انداز میں والدین کے حقوق کی وضاحت کی گئی ہے اوراس میں والدین کے متعدد حقوق بیان کئے گئے ہیں:

۱-والدین کے ساتھ عموماحسنِ سلوک سے پیش آنا۔

۲-خصوصا ضعیفی اور بڑھاپے کے عالم میں ان کی حددرجہ دیکھ ریکھ کرنا۔

۳-قولا وفعلا ان کے ساتھ نرمی اور احترام کا معاملہ کرنا، اوران کو اف تک نہ کہنا۔

۴-ان کے لیے دعائے خیر کرنا۔

مختصرا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دوآیات میں معانی کا ایک دریا سمودیا گیا ہے خصوصا آخری فقرہ﴿کما ربیانی صغیرا﴾میں نہایت اختصاروجامعیت کے ساتھ والدین کے حق کی اہمیت کواجاگر کیا گیا ہے اور انسان کے بچپن کی منظرکشی کر کے اس میں انتہائی تاثیر پیدا کردی گئی ہے۔

آپ سینکڑوں ننھے منے معصوم شیرخوار بچوں کودیکھا ہوگا اوران کی بے کسی وبے چارگی کا بھی مشاہدہ کیا ہوگا، کہ وہ ہرکام میں کس طرح دوسروں کے محتاج ہوتے ہیں، نہ خود سے کھاپی سکتے ہیں اورنہ ہی اپنی دوسری ضروریات پوری کرسکتے ہیں۔

ذرا چشم تصور میں اپنی زندگی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال لیجیے۔ جہاں سے آپ کی زندگی کا آغاز ہوا،اور جب آپ نے اس دنیا میں آنکھ کھولی،تو کیا آپ کی حالت ان شیرخوار وبے کس وبے بس بچوں سے مختلف اور بہتر تھی؟نہیں، ہرگزنہیں... بلکہ آپ بھی بالکل اسی طرح لاچار وبے بس تھے جس طرح آپ آج ان شیرخوار ونھنے منے بچوں کودیکھ رہے ہیں اورآپ بھی بالکل اسی طرح سہارے اورتعاون کے محتاج تھے جس طرح آج یہ ننھے ہیں....پھر ذرا سوچیے کہ وہ کون سی ہستی تھی جو برابر آپ کا ہر طرح خیال رکھتی تھی، اورآپ کی ہرضرورت پوری کرتی تھی؟ وہ کون سی ہستی تھی جو آپ کواپنے سینہ سے لگائے رہتی تھی اورآپ کے آرام وراحت کے لیے اپنی ہر آسائش اورآرام کوتج دیتی تھی؟ اور وہ کون سی ہستی تھی جوآپ کے لیے موسم کی مناسبت سے سردوگرم کپڑوں اور دیگرضروریات زندگی کا بندوبست کرتی تھی؟ آپ بستر پر پڑے پڑے پیشاب وپاخانہ کردیا کرتے تھےاوراپنے جسم اور کپڑوں نیز بستر کو غلاظت سے تربتر اورآلودہ کردیا کرتے تھے....پھروہ کون سی ہستی تھی جونہایت خندہ پیشانی اورصبروبرداشت کے ساتھ آپ کونہلا دھلا کرصاف ستھرے کپڑے پہنایا کرتی تھی اوراس کے ماتھے پرشکن نہ آتی تھی اوروہ زبان سے آپ کواف تک نہ کہتی تھی؟ وہ کون سی ہستی تھی جس نے آپ کی انگلیاں پکڑکرآپ کو چلنا سکھایا؟ آپ کواچھی اچھی باتیں بتائیں....اورجب آپ سنِ شعورکو پہنچےتو آپ کی بہترین تعلیم وتربیت کا انتظام کیا،اورآپ کوعمدہ اخلاق سے آراستہ وپیراستہ کیا،اورآپ کوایک بہترین اورکامیاب انسان بنانے کی ہرممکن کوشش کی.؟

مذکورہ بالاسوالات پرایک بارپھرنظرڈالیے اوربغورسوچیے کہ کیا وہ آپ کے اور ہمارے والدین ہی نہیں تھے جنہوں نے یہ ساری مشقتیں اورتکلیفیں ہماری یعنی اپنی اولاد کی خاطرنہایت خندہ پیشانی سے برداشت کیں...توانصاف سے بتایئے کہ جن والدین نے اپنی اولاد کے لیے اتنی قربانیاں دیں اور اس قدر مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کیں ان کا کچھ حق نہیں بنتا......؟ یقیناًان کا حق نہایت عظیم ہے...واقعہ یہ کہ

اگر انسان زندگی بھر والدین کی راہ میں پلکیں بچھائے رہے اور ہر طرح سے ان کی خدمت کرے تو بھی والدین کے حق کی ادائیگی ممکن نہیں ہے۔

والدین کے حقوق پر مشتمل ایک اور جامع آیت سورہ لقمان کے اندر ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے:﴿ووصینا الإنسان بوالدیه حملته أمه وهنا علی وهن وفصاله فی عامین أن اشکرلی ولوالدیک إلی المصیر﴾ (لقمان:۱۴)

''ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی وصیت کی۔ اس کی ماں دکھ پر دکھ جھیل کر اسے اٹھائے پھرتی رہی (حالت حمل میں) اور اس کا دودھ چھڑانا دوسال میں ہے کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر کرو، تمہیں میری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے۔''

قرآن کریم کی بلاغت ملاحظہ کیجیے کہ اس نے والدین کے حق کو بیان کرتے ہوئے ''وصیت'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ ''وصیت'' کسی اہم چیز کے متعلق کی جاتی ہے۔ گویا لفظ ''وصینا'' کے ذریعہ والدین کے حق کو مزید مؤکد کردیا گیا ہے۔

اور اسی کے ساتھ قرآن کریم کا یہ اعجاز بھی دیکھتے جائیے کہ اس نے کس طرح انسانی نفسیات کی کمزرویوں کو نگاہ میں رکھا ہے، جس سے اس قرآن کریم کا کلام الٰہی اور منزل من اللہ ہونا بھی واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

بہت ممکن تھا کہ کوئی بچہ والدین کی محبت میں حد سے آگے بڑھ جائے اور ان کے ہر جا و بیجا حکم کی تعمیل کو اپنے لیے واجب قرار دے لے۔ تو قرآن کریم نے اس پر بندش عائد کردی کہ والدین کے حقوق کا پاس ولحاظ ضرور رکھا جائے، لیکن اگر وہ خلاف شریعت کوئی کام کرنے پر مجبور کریں تو ان کی بات نہیں مانی جائے گی اور وہ کام ہرگز نہیں کیا جائے گا اور ایسا کرنا والدین کی نافرمانی یا حق تلفی کے ضمن میں نہیں آئے گا...

ارشاد ربانی ہے:﴿وإن جاهداک علی ان تشرک بی مالیس لک به علم فلاتطعهما وصاحبهما فی الدنیا معروفا﴾ (لقمان:۱۵)

اگر والدین تم پر شرک کرنے کے لیے دباؤ ڈالیں تو ایسی صورت میں تم ان کی اطاعت نہ کرنا، اور دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرنا۔

اس آیت کریمہ سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ اگر کسی کے والدین مشرک وکافر ہوں، پھر بھی ان کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے گا اور ان کی بات دنیاوی امور میں مانی جاسکتی ہے۔

احادیث نبویه اور حقوقِ والدین: جس طرح قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے والدین کے حقوق کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی ادائیگی کی تاکید فرمائی ہے، اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حقوق والدین کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ ذخیرہ احادیث مبارکہ میں ایک معتد بہ تعداد میں احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں والدین کے حقوق کو بیان کیا گیا ہے۔ جن میں سے بعض احادیث درج ذیل ہیں:

صحابی جلیل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سألت النبی صلی الله علیه وسلم: أی العمل أحب إلی الله تعالی؟ قال: الصلاة علی وقتها. قلت: ثم أيُّ؟ قال: بر الوالدین. قلت: ثم أيُّ؟ قال: الجهاد في سبیل الله." (بخاری مع الفتح: ۱۰/ ۴۱۴، کتاب الادب، باب البر والصلۃ، حدیث: ۵۹۷۰، ومسلم، کتاب الایمان، باب افضل الاعمال، حدیث ۸۵، جزء ۱/ ۷۴)

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ تعالی کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وقت پر نماز ادا کرنا۔'' میں نے پوچھا: پھر؟ آپ ﷺ نے جواب عنایت فرمایا: والدین کے ساتھ حسنِ سلوک۔'' میں نے پھر دریافت کیا: پھر؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: من أحق الناس بحسن الصحبة؟ قال: أمک، ثم امک، ثم أمک، ثم أباک، ثم أدناک أدناک." (صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب، باب برالوالدین وأنہما أحق بہ، جزء: ۱۶، ص: ۱۰۲، حدیث: ۲۵۴۸)

''سب سے زیادہ حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہاری ماں، پھر تمہارے والد، پھر تمہارے قریبی رشتہ دار جو جس قدر قریب تر ہو۔''

والدین اولاد کے حق میں اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہیں، اس نعمت کی دل وجان سے قدر کرنی چاہیے، اور والدین کی ہر ممکن خدمت کرکے خود کو جنت کا حقدار بنانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ نہایت بدنصیب اور محروم القسمت ہیں وہ لوگ جو والدین جیسی نعمت عظمی حاصل کرنے کے بعد ان کی خدمت کرکے رضائے الٰہی اور جنت حاصل نہیں کرپاتے، بلکہ ان کی نافرمانی کرکے اور ان کو اذیت وتکلیف پہنچا کر اللہ کی پھٹکار اور اس کے غضب کے مستحق بنتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رغم انف ثم رغم انف ثم رغم انف، قیل من یارسول الله؟ قال: من أدرک ابویه عند الکبر أحدهما أو کلیهما فلم یدخل الجنة." (صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب، باب تقدیم الوالدین علی التطوع بالصلاۃ وغیرہا۔ جزء: ۱۶، ص: ۱۰۸، حدیث: ۲۵۵۱)

ڈاکٹر خالد شفاء اللہ رحمانی

تعویذ وگنڈے کی شرعی حیثیت

"اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پوچھا گیا: کس شخص کی ناک اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کے عالم میں پایا، پھر ان کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہیں ہوا۔ (بقیہ ص:۲۷)

اسلام کی آمد سے قبل دنیا طرح طرح کی گمراہیوں میں مبتلا تھی اور بہت سے بے بنیاد تصورات قائم کئے ہوئے تھی۔ اور یہی سب چیزیں عقائد کا روپ اختیار کرتی تھیں۔ لیکن جب اسلام آیا تو اس نے دنیا کے سامنے توحید کی دعوت پیش کی، جہاں اس نے کئی ایک خداؤں کے مفروضے کا ابطال کیا وہیں کائنات میں جاری وساری نظام اور اس کے استحکام پر غور کرنے کی دعوت دی۔ اسی لیے قرآن مجید کے اندر جن آیات میں توحید کا ذکر آیا ہے ان میں زیادہ تر زور خَلْقٌ یعنی پیدا کرنے، اَمْرٌ یعنی نظام ہستی کو چلانے اور عبادت واطاعت یعنی ایک ذات کی پرستش کرنے پر دیا گیا۔ پیدا کرنا، نظام ہستی کو چلانا اور کائنات پر حکومت کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص ہے۔

خَلْقٌ اور اَمْرٌ کے بارے میں توحید پر اس قدر اصرار کرنے کے باوجود وہ اسباب وعلل اور ان کی اہمیت اور اثرات کی حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ ارشاد ہوتا ہے: ﴿والله انزل من السماء ماء فاحیا به الارض بعد موتها ان فی ذلک لاٰیة لقوم یسمعون﴾ (نحل:۶۵)

"اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے وسیلے سے زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کیا۔ بلاشبہ جو لوگ سنتے ہیں ان کے لیے اس میں اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔"

علت ومعلول کا نظام اسلام کی نظر میں ایک گراں قدر اور قابل اعتماد نظام ہے لیکن یہ نظام قوی اور معتبر ہونے کے باوجود کلی طور پر اللہ کے ارادہ کے تابع ہے۔ وہی ذات ہے جس نے ان اسباب کو پیدا کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک یا کئی اثرات اور خاصیتیں عطا کی ہیں وہ ان کے اثر وخاصیت زائل کر کے انہیں ان کی کارکردگی سے بھی محروم کر سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالنے کا واقعہ قرآن میں نقل کیا گیا ہے: ﴿قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراهیم﴾ (انبیاء:۶۸)

علل واسباب اور ان کی قدر وقیمت کے بارے میں قرآن مجید کی گراں قدر تعلیمات میں سے ایک یہ ہے کہ علل کی پہچان اور ان کی خاصیت متعین کرنے کے لیے لغو اور بے بنیاد تصورات پر نہیں بلکہ علم صحیح اور شک وشبہات سے بالاتر اطلاعات پر اور بیّن یعنی واضح اور غیر مبہم دلائل پر بھروسہ کرنا چاہئے کیوں کہ خیالی اعتقادات علم اور عمل کے میدان میں پسماندگی اور قدرتی وسائل سے مستفید ہونے میں محرومی کا باعث بنتے ہیں، لوگ بیماری اور علاج کے سلسلے میں تعویذ گنڈوں میں مبتلا رہے ہیں۔ اسی طرح ستاروں کی تاثیرات کے متعلق باطل اعتقادات پر کاربند ہیں ایسے اعتقادات انسان کو توحید کی بلند پایہ بنیاد سے منحرف کر دیتے ہیں اور شرک کے خطرناک جال میں پھنسا دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آیت قرآنیہ، مادیات، طبعیات اسباب وعلل کے بارے میں بھی صراحت کے ساتھ ذکر کرتی ہیں اور قطعی طور پر بے حد تاکید کرتی ہیں کہ ہمیں ہر قسم کے ظن وگمان پر بھروسہ کرنے سے اجتناب برتنا چاہئے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿وما لهم به من علم ان یتبعون الا الظن وان الظن لا یغنی من الحق شیئا﴾ (نجم:۲۸)

"حالانکہ انہیں اس کا کوئی علم نہیں، وہ صرف اپنے گمان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور بیشک وہم حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا"

اور فقط علم یعنی قطعی اور روشن آگاہی پر جو برہان ہے یقین کرنے کی تاکید کرتی ہے: ﴿وقالوا لن یدخل الجنة الا من کان هودا أو نصاریٰ تلک امانیهم قل هاتوا برهانکم ان کنتم صادقین﴾ (بقرہ:۱۲۱)

"اور یہودی کہتے ہیں جنت میں کوئی آدمی داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ یہودی نہ ہو اسی طرح عیسائی کہتے ہیں جنت میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ عیسائی نہ ہو (یعنی ان میں ہر گروہ سمجھتا ہے آخرت کی نجات صرف اسی کے حصے میں آئی ہے اور جب تک ایک انسان اس کی مذہبی گروہ بندی میں داخل نہ ہو نجات نہیں پاسکتا۔ اے رسول!) یہ ان لوگوں کی جاہلانہ امنگیں اور آرزوئیں ہیں۔ نہ کہ حقیقت حال، تم ان سے کہو اگر تم اپنے اس زعم میں سچے ہو تو ثابت کرو تمہارے دعویٰ کی دلیل کیا ہے۔"

اور سلطان یعنی قوی دلیل ﴿قالوا اتخذ الله ولدا سبحنه هو الغنی له ما فی السموات ومافی الارض ان عندکم من سلطان بهذا اتقولون علی

الله ما لاتعلمون﴾ (یونس:۶۸)

’’کہتے ہیں ٹھہرالیا اللہ نے بیٹا، وہ پاک ہے، وہ بے نیاز ہے، اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان میں اور جو کچھ ہے زمین میں، نہیں تمہارے پاس کوئی سند اس کی کیوں جھوٹ کہتے ہو اللہ پر جس بات کی تمہیں علم نہیں۔‘‘

اور بینہ یعنی وضاحت کرنے والی دلیل ﴿**قل ان علی بینة من ربی وكذبتم به ما عندی ما تستعجلون به ان الحكم الالله يقص الحق هو خير الفصلين**﴾ (انعام:۵۷)

’’تم کہو، بلاشبہ اپنے پروردگار کی طرف سے روشنی اور دلیل پر ہوں (یعنی اس نے حقیقت ویقین کی راہ مجھے دکھادی ہے) اور تم نے اسے جھٹلایا ہے (بس اب فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ کیوں اس کا فیصلہ فوراً ظاہر نہیں ہو جاتا تو) تم جس (فیصلہ) کے لیے جلدی مچارہے ہو وہ کچھ میرے اختیار میں تو ہے نہیں۔ حکم بس اللہ کے لیے ہے وہی حق کی باتیں بیان کرتا ہے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔‘‘

حاصل ہو تو اس پر بھروسہ کرے اس کے لیے لازم ہے کہ قرآن اور سنت صحیحہ کے ذریعہ جو علم ہمیں دیا گیا ہے اس پر ہم کاربند رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت کے ساتھ ان غلط عقائد کی تردید فرمادی ہے۔ چنانچہ ابوبشیر انصاری سے روایت ہے جس کو شیخین نے روایت کیا ہے:’’**انه كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى بعض اسفاره فأرسل رسولا ان لايبقين فى رقبة بعير قلادة من وتر أو قلادة الا قطعت**۔‘‘

’’کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض سفر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قاصدوں کو روانہ فرمایا اور یہ تاکید کی کہ کسی اونٹ کے گردن میں کوئی ہار، دھاگہ ڈالے ہوئے دیکھیں تو اس کو کاٹ دیں۔‘‘

نیز ابن مسعود بیان فرماتے ہیں:’’**قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الرقى والتمائم والتولة شرك**.‘‘ (رواہ احمد، ابوداؤد)

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈے وغیرہ شرک کے کام ہیں۔‘‘

علماء اسلام نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ماثورہ دعائیں منقول ہیں یا آپ کے صحابہ کرام سے جو دعائیں منقول ہیں انھیں کے ذریعہ دم کرنا چاہئے۔ امام سیوطی نے تین شرطوں کا ذکر کیا ہے (۱) اللہ کا کلام ہو یا اس کی ذات اور صفات ہوں (۲) اور عربی زبان میں ہو جس کے معنی معلوم ہو (۳) اور وہ

عقیدہ رکھتا ہو کہ یہ پھونک بنفسہ اثر انداز نہیں بلکہ اللہ کی تقدیر ومشیت کا دخل ہے، لیکن موجودہ زمانے میں جو تعویذ گنڈے استعمال کئے جارہے ہیں ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسلامی تعلیمات کے بالکل منافی ہیں یہی وجہ ہے کہ عوام کی اکثریت اوہام پرستی میں مبتلا ہو چکی ہے اور شرک کے عظیم بلا میں مبتلا ہے اور کچھ لوگوں نے تو باقاعدہ اس کو اپنا روزگار بنا رکھا ہے، چنانچہ اس کا مشاہدہ شہروں، قصبوں اور گاؤں میں کیا جاسکتا ہے۔

اسلام تو آیا تھا دنیا میں انسانوں کو اللہ کے ساتھ ملانے کے لیے اور اس کی توحید دلوں میں بٹھانے کے لیے مگر اس کے ماننے والے باوجود اس کے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن زمینی حقائق تو یہ ہے کہ وہ اسلامی تعلیمات کو یکسر چھوڑ چکے ہیں۔

اسلام نے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں وحدانیت کا تصور پیدا کرنے کے لیے ہر اس چیز پر بندش لگادی ہے جو اس میں کسی قسم کی رکاوٹ بنتی ہے کیوں کہ انسان کے خیالات اور جذبات ہی نیتوں میں استحکام پیدا کرتے ہیں اور اسلام چاہتا ہے کہ اپنے ماننے والوں کے دلوں اور ذہنوں میں کسی قسم کے خیالات فاسدہ اور عقائد باطلہ کا معمولی شائبہ بھی نہ پڑے۔ اس حدیث پر غور کیجیے جس کو ابن حاتم نے حضرت حذیفہ سے روایت کیا ہے:’’**انه رأى رجلا فى يده خيط من الحمى فقطعه وتلا قوله ومايومن اكثرهم بالله الا وهم مشركون**.‘‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں دھاگہ (بخار کے دفع کرنے کی غرض سے بندھا ہوا) دیکھا تو اس کو کاٹ دیا اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

نادان لوگ تعویذ گنڈا اسی عقیدہ اور خیال کی بنیاد پر باندھتے ہیں کہ یہ دفع ضرر اور جلب منفعت میں مفید ہے اور یہ چیز کمال توحید کے خلاف ہے کیوں کہ خیر اور شر دور کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔

قرآن مجید نے بار بار اس حقیقت کو کھول کھول کر بیان کردیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:﴿**ولاتدع من دون الله مالا ينفع ولايضرك فان فعلت فانك اذا من الظالمين وان يمسسك الله بضر فلاكاشف له الا هو وان يردك بخير فلا راد بفضله يصيب به من يشاء من عباده وهو الغفور الرحيم**﴾ (یونس:۱۰۷)

’’اور اللہ تعالیٰ کے سوا ان کو مت پکارو جو نہ تیرا فائدہ کرسکتے ہیں نہ نقصان، پھر اگر تو ایسا کرے (بالفرض) تو بے شک تو بھی ظالموں میں سے ہوگا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تجھ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھ کو کوئی

فائدہ پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی پھیر دینے والا (روکنے والا) نہیں وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فائدہ (یا فائدہ اور نقصان دونوں) پہنچائے وہی (گناہوں کو) بخشنے والا، مہربان ہے۔''

کمال توحید یہ ہے کہ ایسی چیزیں جو بظاہر جائز یا مباح معلوم ہوتی ہیں لیکن اس سے کمال توحید میں فرق آتا ہے تو اس کو ترک کرنے کا اسلام حکم دیتا ہے۔ احمد و ترمذی نے عبداللہ بن حکیم سے مرفوعاً روایت کیا ہے: **من تعلق شيئا و كل إليه**''اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ جس شخص نے اپنا دل اللہ کی طرف سے موڑ کر دوسرے کی طرف لگا لیا اور یہ عقیدہ رکھا کہ اس سے نفع ہوگا یا اس سے نقصان دور ہوگا تو اللہ تعالی کے اس قول کے منافی ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿**بلى من اسلم وجهه لله وهو محسن فله اجره عند ربه ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون**﴾ ہاں! جس نے اپنا ماتھا، اللہ کے آگے ٹیکا اور وہ (اس میں) مخلص ہے تو اس کا ثواب اس کے رب کے پاس ہے اور ان کو کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔

☆ جو لوگ قرآنی آیات اور اللہ کے ناموں کو لکھ کر ہاتھ کلائیوں کی اور گردنوں وغیرہ میں باندھتے ہیں یہ ایک طرح سے قرآن کی آیتوں کا استہزاء ہوا کیوں کہ جس طریقے سے لکھتے ہیں وہ یہودیوں اور غیر مسلموں کا طریقہ ہے چنانچہ اگر ہم اس کی تاریخی حقیقت پر نظر ڈالیں گے تو سب سے پہلے یہودیوں کی کارستانیاں نظر آئیں گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالی چاہتا ہے کہ انسان کے قلوب صرف اسی ذات کے ساتھ معلق رہیں اگر کسی نے اپنا معاملہ کسی غیر کی طرف سونپا یا اس سے قربت حاصل کی تو ایسے تمام مواقع پر اللہ تعالی اسی کی طرف اس کو موڑ دیتا ہے۔ یہی حدیث کا مطلب ہے کہ ''**من تعلق شيئا و كل اليه**''

اسی لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ تمام خیالات اور عقائد و افعال و کردار جو اس کو شرک جیسی لعنت میں مبتلا کر سکتے ہیں ان سے اجتناب کریں کیوں کہ شرک ایسی لعنت ہے جس کو اللہ تعالی کبھی نہیں معاف کرتا۔

﴿**ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد ضل ضلالا بعيدا**﴾

یقیناً اللہ شرک کرنے والوں کو معاف نہیں کرے گا اور اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کر دے گا جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں وہ کھلی ہوئی گمراہی میں ہیں۔

تعویذ گنڈے اور ایسے جھاڑ پھونک جن میں شرکیہ کلمات ہوں ان سے اہل توحید کو بچنا ضروری ہی نہیں بلکہ فرض ہے، کیوں کہ اسلام ایسے تمام جذبات اور خیالات سے منع کرتا ہے جس سے اللہ کی شان میں کسی قسم کا فرق پڑے اور اس کو جانے انجانے میں شرک میں مبتلا کر دے۔

کبیر الاسلام، شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ہمدرد

بداخلاقی کے نفسیاتی و طبی نقصانات

مسلمانوں میں طرح طرح کے ایسے اعمال قبولیت کا درجہ حاصل کر چکے ہیں کہ اگر ان کے سامنے قرآنی آیات اور سنن صحیحہ کو بیان کیا جائے تو ان کو یہ غیر اسلامی نظر آتا ہے، چنانچہ غیر مسلموں کی طرح ان کے اندر بھی قسم قسم کے ''بابا'' موجود ہیں جو ''اوجھائی'' کرتے دکھائی دیتے ہیں اور نادان مسلمان ان کے فریب میں پڑ کر اپنا دین و ایمان برباد کر رہے ہیں۔

اللہ مسلمانوں کے اندر توحید کی سمجھ عطا کرے اور تعویذ گنڈے اور شرکیہ کلمات و منتروں کے ذریعہ جھاڑ پھونک سے اجتناب کی توفیق بخشے۔ آمین

☆☆☆

انسانی فطرت کی ساخت اس نوعیت کی ہے کہ اسے الگ الگ خانوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اسے کلی اور ہمہ جہتی انداز میں سمجھا جا سکتا ہے۔ انسانی فطرت کے نفسیاتی اور طبی پہلو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہیں۔ مذہب اسلام نے انسانی نفسیات اور شخصیت و کردار کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس سلسلے میں دو اخلاقی اصول وضع کئے ہیں اور ان دونوں کو ''تخلیہ'' اور ''تحلیہ'' کے الفاظ سے تعبیر کی ہے۔ تخلیہ یہ ہے کہ نفس انسانی کو برے اخلاق مثلاً کینہ، حسد، غیبت، تکبر، بدگوئی و بدکلامی اور بغض سے پاک و صاف کیا جائے اور ان برے اخلاق و اطوار کی اصلاح کی جائے۔

تحلیہ یہ ہے کہ نفس انسانی کو بداخلاقی سے پاک و صاف کرنے کے بعد اسے اخلاق حسنہ سے سنوارا جائے۔ بے نفسی، عفو و درگزر، صبر و رضا، سخاوت اور انکسار و تواضع جیسی چیزیں انسان کی سیرت و شخصیت کو چار چاند لگا دیتی ہیں۔ بداخلاقی (یعنی برے اخلاق) سے انسان کی شخصیت اور مزاج پر منفی اور مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ شخصیت کی نشو و نما اور پختگی متاثر ہوتی ہے۔ آپسی تعلقات پر منفی اثرات پڑتے ہیں اور عائلی زندگی کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ مزید برآں بداخلاقی کئی نفسیاتی اور اعصابی عوارض کا سرچشمہ ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً غصہ ور آدمی کا خون کا دباؤ بڑھا ہوا ہوتا ہے، اس کے خون کی نالیاں سکڑ جاتی ہیں، نبض کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور ایسے کیمیائی عوامل و محرکات میں تیزی آ جاتی ہے جو صحت کے لیے مضر ہیں۔ ان سب کے نتیجے میں دل کا دورہ پڑنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ قلبی عوارض، ذیابطیس اور متعدد اعصابی امراض کا تعلق نہ صرف حیاتیاتی نظام سے ہے بلکہ مزاج، عادت اور رہن سہن کے طریقے سے بھی ہے۔

جدید طبی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ جس آدمی کی شخصیت اور مزاج میں غصہ، کینہ، حسد اور دوسروں کے ساتھ مسابقت کا جذبہ غالب ہوتا ہے اس میں امراض قلب میں مبتلا ہونے کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف طمانیت، قناعت، ضبط و تحمل، خوش خلقی اور عاجزی و انکساری جیسے اخلاق حسنہ نہ صرف انسان کی شخصیت کو دلکش بناتے ہیں بلکہ اسے اپنے متعدد اعصابی عوارض سے بھی محفوظ رکھتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں نہ صرف اخلاقی اور معاشرتی فوائد مضمر ہیں بلکہ وہ طبی معنویت بھی لیے ہوئے ہیں۔

بداخلاقی کے ضمن میں ایک بات جس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ

ڈاکٹرلیث محمد مکی، جمعیۃ ندوۃ السنۃ، اٹوا

تعلّی سلف کا شیوہ نہیں رہا

مذہب اسلام نے کم کھانے پرزور دیا ہے، کم کھانے میں بے شمار جسمانی، اخلاقی اور روحانی فوائد ہیں۔ جدید طبی تحقیقات نے کم کھانے کی افادیت کو واضح کیا ہے۔ زیادہ اور مرغن کھانوں میں فیٹس کے اجزاء زیادہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کھانوں سے انسان فربہ ہوتا ہے۔ اوران کے استعمال سے جومختلف بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ متوازن طرز زندگی کے لیے اسلام نے جو اصول وضوابط وضع کئے ہیں ان کی طبی افادیت پر دنیا کے مختلف علمی وسائنسی اداروں ومراکز میں تحقیقات ہورہی ہیں اوراب تک جونتائج سامنے آئے ہیں ان سے اسلامی نظریۂ حیات کی حقانیت روشن ہوگئی ہے۔

اس لیے ہمیں چاہیئے کہ ہم بداخلاقی کوترک کرکے اخلاق حسنہ کواپنائیں تاکہ دنیااور آخرت دونوں میں سرخروہوسکیں۔(آمین) ☆☆☆

تعلّی وتکبرایک نہایت مذموم صفت ہے، اس کی بہت ساری تباہ کاریاں ہیں، یہ مذموم صفت انسان کے ذہن ودماغ کو ماؤف کردیتی ہے، وہ اگرکتاب وسنت کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتا ہے تواپنے تعلّی کے زعم میں اسے عین صواب سمجھتا ہے اس کی عقل اس طرح ماری جاتی ہے کہ وہ اپنے رفقاء کوکجا اپنے اساتذہ اوراچھے سے اچھے عالم کوعلمی مجال میں بونا سمجھتا ہے، بڑے سے بڑے علماء (خواہ وہ باحیات ہوں یاوفات پاچکے ہوں) کا جب تذکرہ کرتا ہے تو سامعین کو یہ احساس دلاتا ہے کہ اسے ان پرعلمی فوقیت حاصل ہے۔

دوسروں کے احتساب کا اسے ایسا خبط سوار ہوتا ہے کہ خوداحتسابی کی اسے توفیق نہیں ہوتی، امربالمعروف ونہی عن المنکر کے نبوی طریقہ کوبالائے طاق رکھ کربرملا اوربھری مجلس میں لوگوں کوان کی کوتاہیوں اورخامیوں پرٹوک کران کی دل آزاری کرکے اپنی اناکوتسکین پہونچاتا ہے۔

اسی تعلّی وتکبرکا جب ابلیس شکار ہوا تو امرالٰہی سے سرتابی کربیٹھا چنانچہ اللہ تعالی نے جب اسے آدم علیہ السلام کوسجدہ کا حکم دیا تواس نے تعلّی وتکبرکا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿انا خیر منه خلقتنی من نار وخلقته من طین﴾ (الاعراف:١٢) ''میں اس سے بہتر ہوں۔ آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اوراس کوآپ نے خاک سے پیدا کیا۔''

مطلب یہ کہ میری تخلیق آگ سے ہے اورآگ کی خاصیت علو اور بلندی ہے اورآدم کی تخلیق مٹی سے ہے اورمٹی کی خاصیت پستی ہے، اس لیے مجھے آدم پربلندی وبرتری حاصل ہے، اس لیے میں آدم کوسجدہ کیسے کروں؟ چنانچہ ابلیس کی یہ تعلّی اسے لے ڈوبی، اللہ تعالی نے اسے راندۂ درگاہ اور معلون قراردیا۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿قال فاخرج منها فانک رجیم وإن علیک اللعنة الی یوم الدین﴾ (الحجر:٣٤-٣٥)

اسی تعلّی وتکبرکا شکارفرعون بھی تھا، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿ان فرعون علا فی الارض وجعل أهلها شیعا یستضعف طائفة منهم یذبح أبناء هم ویستحیی نساء هم إنه کان من المفسدین﴾ (القصص:٤)

اسی تعلّی وتکبرنے اسے عقل کا اس قدر اندھا کردیا کہ وہ اپنی بشری حقیقت کوبھول کررب اعلیٰ ہونے کا اعلان کردیا جیسا کہ ارشادربانی ہے: ﴿فکذب وعصی ثم أدبر یسعی فحشر فنادی فقال أنا ربکم الاعلی﴾ (النازعات:٢١-٢٤)

فرعون کے اس تعلّی وتکبرکا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے اسے دنیاوآخرت کے عذاب میں گرفتار کرلیا جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿فأخذه الله نکال الآخرة والأولی﴾ (النازعات:٢٥)

تعلّی وتکبرکا براانجام اللہ تعالی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ایسا کرنے والے جنت سے محروم ہوں گے، چنانچہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین﴾ (القصص:٨٣) ترجمہ: آخرت کا یہ گھرہم ان ہی کے لیے مقرر کردیتے ہیں جوزمین میں بڑائی اورفخرنہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں، پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے۔

بہرکیف تعلّی وتکبرایک مذموم صفت ہے اوراس کے حسب مراتب اس کی تباہ کاریاں بھی ہوتی ہیں، نیز جوچیزبھی شرعی نصوص کی روشنی میں مذموم ہوسلف صالحین اس سے بہت دور رہتے تھے بلکہ اس کے برعکس سلف کا شیوہ تواضع وانکساری تھا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلائی ہے۔ چنانچہ فرمان نبوی ہے: وعن عیاض بن حمار رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : إن الله أوصی الی أن تواضعوا حتی لایفخر أحد علی أحد ولایبغی أحد علی أحد.'' (رواہ مسلم فی صحیحہ برقم: ٢٨٦٥) ترجمہ: عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے میری طرف وحی بھیجی ہے کہ آپس میں تواضع اختیار کروحتی کہ کوئی کسی پرفخرنہ کرے اورنہ کوئی کسی پرزیادتی کرے۔

دوسری حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ماتواضع أحد لله إلا رفعه الله'' (رواہ مسلم فی صحیحہ، برقم: ٢٥٨٨) ترجمہ: جوصرف اللہ تعالی کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے بلندفرماتا ہے۔

مگر افسوس صدافسوس اورتواورہم علماء کی جماعت کے اکثروبیشترلوگ تعلّی وتکبرمیں مبتلا ہیں چھوٹے سے چھوٹا عالم ہو یابڑے سے بڑا ہرایک اپنی رائے اوراپنی بات کوحرف آخرسمجھتا ہے، اسے اتنا بھی گوارانہیں ہوتا کہ دوسرا اس کی رائے اور بات سے اختلاف کرے۔ اتنا بھی نہیں سوچتا کہ ہوسکتا ہے اس کی رائے مرجوح ہو دوسرے کی رائے راجح، بلکہ دوسرے کے اختلاف رائے کو مخالفت کا رنگ دیتا ہے، پھردونوں کے مابین مخالفت کی خلیج وسیع سے وسیع ترہوتی جاتی ہے تاآنکہ سخت دشمنی میں تبدیل ہوجاتی ہے اور بہت ساری خرابیوں، پریشانیوں اورتباہ کاریوں کا سبب بن جاتی ہے۔

کچھ ایسے بھی علماء ہیں جواپنے آپ کوصحیح معنوں میں قرآن وسنت کا حامل وعامل، سلفیت کا علمبرداراورمنہج محدثین کا داعی اورپرچارک سمجھتے ہیں، مگرجب ان کی گفتاراورکردارکا غیرجانبدارانہ جائزہ لیا جائے توان کے یہ دعوے کھوکھلے معلوم ہوتے ہیں، ان کی طرززندگی سلف سے بہت مختلف نظرآتی ہے، ان کی رہن سہن، چال ڈھال اور بات چیت سے تعلّی وتکبرکی بوآتی ہے، وہ عام گفتگو کرتے ہیں یاکسی علمی مجلس میں بولتے ہیں تواپنے منھ میاں مٹھو بننے سے نہیں چوکتے، اپنے معزز ومکرم ہونے کا ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں، مفتی ومستفتی کے آداب کوبالائے طاق رکھ کرفتوے کی زبان بالکل قینچی کی طرح چلاتے ہوئے ایسی چیزوں کوبدعت قراردےدیتے ہیں کہ اگران سے بدعت کی تعریف پوچھ لی جائے اورکہا جائے کہ اس کا انطباق ان چیزوں پرکرکے دکھائیں توبغلیں جھانکنے لگیں گے ہمہ دانی کے غرہ میں اس طرح مبتلا ہوتے ہیں کہ اگرکوئی عالم ان کی رائے سے اختلاف رکھتا ہے توعدل وانصاف کا دامن چھوڑکربیک جنبش لب وقلم اسے (چاہے وہ بڑے سے بڑا

مشتاق احمد ریاضی ابن مولانا فیض الرحمٰن فیضؔ مئو

سجدے میں ایڑیوں کا ملانا

عالم ہو) جاہل قرار دے دیتے ہیں جب کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿ولا یجرمنکم شنآن قوم علی ألا تعدلوا اعدلوا هو أقرب للتقوىٰ﴾ (المائدۃ:۸) ترجمہ: کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیز گاری کے زیادہ قریب ہے۔

اچھے سے اچھے عالم کا تذکرہ نہایت بھونڈے انداز میں کرتے ہیں، انھیں دوسروں کی آنکھ کا تنکا تو نظر آجاتا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر دکھائی نہیں دیتا۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نبوی طریقہ کی مخالفت کرتے ہوئے بھری مجلس میں لوگوں کی دل آزاری کر کے اپنی انا کو تسکین پہونچاتے ہیں، لیکن اگر نبوی طریقے کے مطابق کوئی ان کی کوتاہی پر آگاہ کرے تو ان کی رگ حمیت پھڑک جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم علماء کو اسوۂ نبوی کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق دے اور تعلّی وتکبر جیسی مذموم صفت اور اس کی تباہ کاریوں سے بچائے۔ آمین ☆☆☆

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله وصحبه أجمعين أما بعد:

اللہ تعالیٰ نے ارکان اسلام میں توحید کے بعد سب سے اہم فریضہ نماز کو بنایا ہے۔ اور یومیہ سب سے زیادہ مطلوب عبادت یہی ہے کہ دن میں پانچ وقت فرض قرار دی گئی ہے اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "العهد الذى بيننا وبينهم الصلوة فمن تركها فقد كفر۔" (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، بحوالہ مشکوۃ ج ۱ ص ۵۸)

اسی وجہ سے نماز کے اندر مصلی کے لئے تکبیر تحریمہ سے سلام پھیرنے تک کی تمام حرکات وسکنات ودعاؤں کو رسول اللہ ﷺ نے بیان کر کے عمل کر کے صحابہ سے عمل کرا کے واضح طور پر بتلا دیا ہے اور فرمایا کہ "صلوا كما رأيتمونى اصلى" (بخاری) کہ جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو ویسی ہی نماز پڑھو۔

رسول اللہ ﷺ کی نماز کیسی ہوتی تھی اس کے متعلق ہر دور میں اور ہر زبان میں مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ہم یہاں رسول اللہ ﷺ کے سجدے کی حالت میں ان کے پیر کی ایڑیوں کو ملانے سے متعلق بحث کریں گے۔

سجدے کی حالت میں پیر کی ایڑیوں کو ملانے سے متعلق امام ابن خزیمہؒ نے اپنی صحیح میں جو روایت نقل کی ہے وہ اس طرح ہے:

أنا ابو طاهر، نا ابو بكر، نا احمد بن عبدالله بن عبدالرحيم البرقى واسماعيل بن اسحاق الكوفى سكن الفسطاط قالا حدثنا ابن ابى مريم، أخبرنا يحى بن ايوب، حدثنى عمارة بن غزية قال: سمعت أبا النضر يقول: سمعت عروة بن الزبير يقول: قالت عائشة زوج النبى ﷺ: فقدت رسول الله ﷺ وكان معى على فراشى فوجدته ساجدا راصّا عقبيه، مستقبلا بأطراف أصابعه القبلة فسمعته يقول: أعوذ برضاك من سخطك وبعفوك من عقوبتك وبك منك أثنى عليك لا أبلغ كل ما فيك.

فلما انصرف قال: يا عائشة! أخذك شيطانك؟ فقالت: أمالك شيطان؟ قال مامن آدمى الا له شيطان فقلت وأنت يا رسول الله؟ قال وأنا ولكنى دعوت الله عليه فاسلم (ابن خزيمة، حاكم، بيهقى، ابن حبان واللفظ لابن خزيمة عن طريق ابن ابى مريم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو گم پایا حالانکہ وہ میرے ساتھ میرے بستر پر تھے۔ تو میں نے ان کو سجدے کی حالت میں اپنی دونوں ایڑیوں کو ملائے ہوئے، اپنی انگلیوں کے کناروں کو قبلہ رخ کئے ہوئے پایا۔ پس میں نے ان کو سنا آپ کہہ رہے تھے: **أعوذ برضاك من سخطك وبعفوك من عقوبتك وبك منك اثنى عليك لا أبلغ كل ما فيك۔**

پس جب آپ نماز کے بعد واپس ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا تم کو تمہارے شیطان نے پکڑ لیا ہے؟ تو حضرت عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ کیا آپ کے لئے شیطان نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر آدمی کے لئے ایک شیطان مقرر ہے۔ تو حضرت عائشہ نے کہا کہ کیا آپ کے لئے بھی شیطان مقرر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ "ہاں" لیکن میں نے اللہ سے اس پر دعا کی تو وہ مسلمان ہوگیا۔

امام حاکم نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ **هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه بهذا اللفظ ولا أعلم أحدا ذكر ضم العقبين فى السجود غيرما فى هذا الحديث (مستدرك ج ۱ ص ۴۹۲ حديث رقم ۸۶۴)**

یعنی امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے، بخاری ومسلم کی شرط پر ہے اور انہوں نے اس حدیث کی تخریج ان الفاظ کے ساتھ نہیں کی ہے اور میں نہیں جانتا کسی کو کہ اس حدیث کے علاوہ کسی نے سجدے میں ایڑیوں کو ملانے کی روایت کی ہے۔

امام حاکم (۱/ ۴۹۲) اور امام بیہقی (۲/ ۱۱۶) نے درج ذیل سند کے ساتھ ذکر کیا گیا: أخبرنا ابوالعباس محمد بن أحمد المحبوبی ثنا ابوبکر محمد بن عیسی الطرسوسی ثنا سعید بن ابی مریم أنبا یحی بن ایوب حدثنی عـمـارة بـن غـزیة قال سمعت أبا النضر یقول سمعت عروة بن الزبیر یقول قالت عائشة زوج النبی ﷺ فقدت الحدیث۔

اورامام ابن حبان نے ''الاحسان بترتیب ابن حبان (۳/ ۱۱۳) میں یہ سند ذکر کی ہے: أخبـرنـا ابـن خـزیـمـة قال ثنا یحی بن ایوب قال حدثنی عـمـارة بـن غـزیة قال سمعت أبا النضر یقول سمعت عروة بن الزبیر یقول قالت عائشة فقدت الحدیث ۔

امام ابن خزیمہ کی روایت جس کو انہوں نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اس کی سند میں ابن خزیمہ کے استاد احمد بن عبداللہ بن عبدالرحیم البرقی کا ترجمہ (حالات) تلاش کے باوجود مجھے کہیں نہیں ملا۔ اور دوسرے استاد اسماعیل بن اسحاق الکوفی کو امام عقیلی اورامام ابوزرعہ جرجانی اور ابوطاہر بٹنی نے منکر الحدیث کہا ہے۔ المغنی فی الضعفاء للذہبی وہامشہ ج ا ص ۸۷ وتذکرہ الموضوعات ص ۲۴۰ اور اس سے اوپر سعید بن ابی مریم کے استاد یحی بن ایوب غافقی مصری کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب میں محدثین کے اقوال کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

یـحـی بـن ایـوب الـغـافـقـی الـمـصـری ابوالعبـاس روی عن .....وعـمـارة بـن خزیمة ....وعنه....سعید بن ابی مریم ......قال عبـدالـلـه بـن أحـمـد بـن حنبل عن ابیه سئی الحفظ وقال اسحاق بن مـنصور عن ابن معین صالح وقال مرة ثقة وقال ابن ابوحاتم سئل ابی، یـحـی... ویـحـل یـحـیـی الـصـدق یـکتب حدیثـه ولا یحتج بـه وقال الآجـری قـلـت وذکره ابن حبان فی الثقات وقال ابن یونس کان أحد طـلابـی الـعـلـم بـالآفاق وحدث عنه الغرباء احادیث لیست عند اهل مـصـر۔ قـال احـادیـث جـریـر بـن حـازم عن یحی بن ایوب لیس عند الـمـصـریـیـن مـنهـا حدیث وهی تشبه عندی ان تکون من حدیث ابن لهیعة، توفی سنة ثمان وستین ومائة(۱٦۸)

قـلـت وقـال ابـن سعد منکر الحدیث وقال الدار قطنی فی بعض حـدیثـه اضـطـراب ومن مناکیره عن ابن جریج عن الزهری عن سالم عـن ابیه مرفوعا وان کان مائعا فانتفعوا به وقال الترمذی عن البخاری ثقة وقال یعقوب بن سفیان کان ثقة حافظا وقال الاسماعیلی لا یحتج به وقال ابوزرعة الدمشقی عن احمد بن صالح کان یحی بن ایوب من وجـوه اهـل الـبـصـرة وربما خل فی حفظه وقال ابن شاهین فی الثقات وقـال ابـن صالح له أشیاء یخالف فیها وقال ابراهیم الحربی ثقة وقال الساجـی صـدوق یهـم کـان احـمد یقول یحی بن ایوب یخطی خطأ کثیرا۔ وقال الحاکم أبو أحمد اذا حدیث من حفظه یخطی وما حدث من کتاب فلیس به بأس وذکره العقیلی فی الضعفاء وحکی عن أحمد انـه انـکـر حـدیثه عن یحی بن ایوب یخطی خطأ کثیرا۔ وقال الحاکم ابـوأحـمـد اذا حدیث من حفظه یخطی وما حدث من کتاب فلیس به بـأس وذکره العقیلی فی الضعفاء وحکی عن أحمد انه انکرحدیثه عن یـحـی بـن سعد عن حجر عن عائشة فی القرأة فی الوتر وکذا نقل ابن عـدی ثـم قـال ولا اری فـی حـدیثه اذا روی عن ثقة حدیثا منکرا وهو عندی صدوق لا بأس به۔ (تهذیب التهذیب ج ۱۱ ص ۱۸۸،۱۸۷)

وقـال الـذهبی فی المیزان ۴/ ۳٦۲رقم ۹۴٦۲ : یـحی بن ایوب الـغـافـقـی الـمـصری ابوالعباس عالم اهل مصرومفتیهم روی عن ابی قبیـل یزید بن ابی حبیب وعنه المقرئی وسعید بن ابی مریم وسعید بن عفیر وخلق۔

قال ابن عدی: وهو صدوق وقال ابن معین صالح الحدیث وقال أحـمـد سیـئی الحفظ وقال ابن القطان الفأسی وهو ممن عملت حاله وأنـه لا یـحـتج به وقال ابوحاتم لا یحتج به وقال النسائی لیس بالقوی وقال الدار قطنی فی بعض حدیثه اضطراب۔

ومـن مـنـاکـیـره قـال حـدثـنـا ابن جریج مرفوعا: لا تعلموا العلم لتبـاهـوا بـه الـعـلماء ولا لتماروا به السفهاء ولا لتخبروا به المجالس فمن فعل ذلک فالنار النار...

سعید بن ابی مریم ...... عن عائشة قالت کان رسول الله ﷺ یوتر یقرأ فی الوتر فی الرکعة الاولی بسبح ۔ الحدیث

أحـمـد ابـن أخـی ابـن وهـب ..... مرفوعا المؤنثون اولادالجن ....الحدیث ...

قال ابن عدی حدثنا ابراهیم بن اسماعیل ... عن جابر قال قلت: یارسـو الـلـه! الـعمرة واجبة وفریضتها کفریضة الحج؟ لا وان تعتمر خیرلک۔

هـذا غـریـب عجیب تفردبه سعید هکذا عن یحی بن ایوب وقال ابـن الـقـطـان من غرائب یحی بن ایوب روایته عن ابن جریج وان کان مائعا فانتفعوا به۔

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ محدثین میں سے امام احمد

بن حنبل، امام ابوحاتم رازی، ابن یونس، ابن سعد، دارقطنی، اسماعیلی، احمد بن صالح، الساجی، امام حاکم ابواحمد، ابن القطان، عقیلی، امام نسائی نے یحی بن ایوب پر مفسر جرح کی ہے اور امام ذہبی نے بطور نمونہ ان کی بعض منکر روایتوں کو ذکر کیا ہے۔ اس لئے یحی بن ایوب عافقی کی سند سے مروی احادیث حجت اور دلیل بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے کیونکہ یہ ضعیف راوی ہیں اسی وجہ سے امام عقیلی نے انھیں ضعفاء میں شمار کیا ہے اور ان کی یہ حدیث جس میں انہوں نے راصاعقبیہ (ایڑیاں ملائے ہوئے تھے) کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے مقبول اور حجت نہیں ہے بلکہ یہ حدیث بھی یحی بن ایوب کی منکر روایتوں میں سے ایک ہے اور اسی وجہ سے امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہنے کے باوجود یہ بھی کہہ دیا کہ اس حدیث میں راصاعقبیہ (ایڑیاں ملائے ہوئے تھے) کی جو بات کہی گئی ہے وہ کسی اور حدیث میں نہیں پائی جاتی ہے گویا انہوں نے شذوذ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

رہی امام ابن حبان کی سند تو یہ بھی منقطع ہے کیونکہ اس سند میں امام ابن خزیمہ نے یحی بن ایوب سے بلاواسطہ روایت کیا ہے حالانکہ امام خزیمہ کی پیدائش ۲۲۳ھ میں ہوئی ہے جبکہ یحی بن ایوب ۱۶۸ھ میں فوت ہوچکے تھے جیسا کہ تہذیب التہذیب کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔

اس لئے امام حاکم وامام بیہقی وامام ابن حبان کی مذکورہ بالا سندوں سے مروی حدیث حجت اور دلیل نہیں بن سکتی ہے۔

رہا امام حاکم کا اس حدیث کو صحیح کہنا اور امام ذہبی کا ان کی موافقت کرنا تو یہ مذکورہ جرح کی موجوگی میں صحیح نہیں ہے اور بعض محدثین کا یحی بن ایوب کو ثقہ قرار دینا ان پر جرح مفسر ہونے کی وجہ سے مدفوع ہے جیسا کہ اصول حدیث کی کتابوں سے واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے "الکفایہ (۱۰۵)، باب القول فی الجرح والتعدیل اذا اجتمعاایھما اولی" کے تحت لکھتے ہیں۔

اتفق اھل العلم علی ان من جرحہ الواحد والاثنان وعدلہ مثل من جرحہ فان الجرح بہ اولی، والعلۃ فی ذلک ان الجارح یخبرعن أمر باطن قد علمہ۔الخ

کہ اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ جس راوی پر ایک اور دومحدث نے جرح کی ہے اور انھیں کے مثل نے اس کی تعدیل کی ہے تو ایسی صورت میں جرح اولی ہے کیونکہ جرح کرنیوالا ایسی علت کی خبر دے رہا ہے جس پر وہ مطلع ہوگیا ہے (برخلاف تعدیل کرنے والے کے)

نیز یحی بن ایوب مذکورہ سند سے کبھی راصاعقبیہ کی زیادتی کے ساتھ اور کبھی بغیر زیادتی کے ساتھ اس حدیث کو روایت کرتے ہیں جیسا کہ شرح معانی الآثار (طحاوی) ج۱ ۱۳۸ میں یہ حدیث اس طرح مروی ہے۔

حدثنا ربیع المؤذن قال ثنا اسد قال ثنا الفرج بن فضالۃ عن یحی بن سعید عن عمرۃ عن عائشۃ قالت فقدت النبی ﷺ ذات لیلۃ فظننت أنہ أتی جاریتہ فالتمستہ بیدی فوقعت یدی علی صدور قدمیہ وھو ساجد یقول اللھم انی اعوذبک برضاک...أنت کما أثنیت علی نفسک ....حدثنا حسین بن نصرثنا ابن ابی مریم قال أخبرنایحیی بن ایوب قال حدثنی عمارۃ ابن غزیۃ قال سمعت أبا النضر یقول سمعت عروۃ یقول قالت عائشۃ فذکر مثلہ الا أنہ لم یذکر قولہ لا احصی ثناء علیک وزاد أثنی علیک لا أبلغ کما فیک۔

نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث جس کو یحیٰی بن ایوب نے راصاعقبیہ کی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے اس کو دوسرے محدثین نے ثقات رواۃ سے بغیر اس زیادتی کے روایت کیا ہے جو اس طرح ہے۔

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ قال انا ابو اسامۃ قال حدثنی عبیداللہ بن عمر عن محمد بن یحی ابن حبان عن الأعرج عن ابی ھریرۃ عن عائشۃ قالت فقدت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ من فراشی فالتمستہ فوقعت یدی علی بطن قدمہ وھو فی المسجد وھما منصوبتان وھو یقول اللھم انی اعوذبرضاک ...أنت کا أثنیت علی نفسک رواہ مسلم (ج ۱ ص ۱۹۲)

میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک رات اپنے بستر سے گم پایا تو میں نے ان کو تلاش کیا پس میرا ہاتھ آپ کے اندرون قدم پر پڑا اور آپ مسجد میں تھے اس حال میں کہ آپ کے دونوں قدم کھڑے تھے اور آپ یہ دعاء پڑھ رہے تھے: **اللھم انی اعوذ برضاک الحدیث...**

۲۔ اس حدیث کو امام نسائی نے ابواسامہ کی سند سے "**باب ترک الوضوء من مس المرأۃ من غیر شھوۃ**" میں اور "**باب نصب القدمین**" میں عبدۃ کی سند سے روایت کیا ہے۔

۳۔ امام ابوداؤد نے اپنی سنن (ص ۱۲۸) میں "**باب الدعاء فی الرکوع والسجود**" میں عبدہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

۴۔ امام ابن خزیمہ (ج۱ ۳۳۵) نے ابواسامہ کی سند سے "**باب الدعاء فی السجود**" میں اور "**باب نصب القدمین فی السجود فی خبر ابی ھریرہ عن عائشۃ**" کے تحت روایت کیا ہے۔

۵۔ امام طحاوی نے فرج بن فضالہ کی سند سے بواسطہ عمرۃ اور سعید بن ابی مریم کی سند سے شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے لیکن فرج بن فضالہ ضعیف راوی ہیں۔

۶۔امام ابن حبان (ج ۳ص ۱۹۷) نے ابواسامہ کی سند سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۷۔امام مالک نے یحیٰ بن سعید کی سند سے موطا (ص ۴۷) میں اس حدیث کو روایت کیا ہے لیکن اس میں دونوں قدم کو کھڑا رکھنے کا ذکر نہیں ہے البتہ سجدے کی دعاء وہی ہے "اعوذبرضاک ... کما أثنیت علی نفسک۔

۸۔اور مصنف عبدالرزاق (ج ۲ص ۱۵۷) میں بھی یحیٰ بن سعید کی سند سے موطا کی روایت کے مثل یہ حدیث مروی ہے۔

ان تمام روایات سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ یحیٰ بن ایوب کی سند سے مروی حدیث میں راصاعقبیہ کی زیادتی صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ ضعیف راوی ہیں اور اس روایت کی سند میں دوسرے راوی بھی ضعیف ہیں اور ضعیف کی زیادتی معتبر نہیں ہوتی ہے۔

اس لئے سجدے کی حالت میں دونوں ایڑیوں کا ملانا ثابت نہیں ہے۔ نیز یحیٰ بن ایوب کی یہ حدیث ان احادیث صحیحہ کے خلاف ہے جن کو شیخین اور دوسرے محدثین نے روایت کیا ہے اور جن سے سجدے کی حالت میں دونوں قدم کو علاحدہ علاحدہ رکھنا ثابت ہوتا ہے۔

وہ احادیث جن سے سجدے کی حالت میں دونوں قدم کو علاحدہ علاحدہ رکھنا ثابت ہوتا ہے اس طرح ہیں:

۱۔عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اقیموا صفوفکم فانی أراکم من وراء ظھری وکان احدنا یلزق منکبہ بمنکب صاحبہ وقدمہ بقدم صاحبہ۔ رواہ البخاری فی باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف، وقال النعمان بن بشیر رأیت الرجل منا یلزق کعبہ بکعب صاحبہ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی صفوں کو درست کرلو پس بیشک میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

انس کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے موڈھوں کو بغل والے ساتھی کے موڈھے سے اور قدم کو بغل والے مصلی کے قدم سے ملا کر رکھتے تھے۔

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہم میں سے آدمی اپنے ٹخنے کو اپنے ساتھی کے ٹخنے سے ملاتا تھا۔

اور امام ابوداؤد (ص ۹۷) نے حضرت نعمان بن بشیر کی مذکورہ روایت کو موصولا روایت کیا ہے۔

۲۔بخاری شریف کی دوسری روایت میں ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں: **أقیموا صفوفکم وتراصوا فانی اراکم من وراء ظھری۔** (بخاری مع فتح الباری ج ۲ص ۲۰۸، باب اقبال الامام علی الناس عند تسویۃ الصفوف)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنی صفوں کو برابر کرلو اور ایک دوسرے سے مل جاؤ (یعنی مونڈھے اور قدم کو ملالو) کیونکہ میں تم کو اپنی پیٹھ پیچھے سے دیکھتا ہوں۔

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اقامت صف کا معنی ہے کہ مصلی اپنے مونڈھوں اور پیروں کو اپنے ساتھی کے مونڈھے اور پیروں سے ملائے رکھے اور جب مصلی اپنے قدم کو اپنے ساتھی کے قدم سے حالت قیام میں ملا کر کھڑا ہوگا تو وہ قدم رکوع میں جس طرح اسی جگہ رہتا ہے سجدے میں بھی اسی طرح رہے گا کیونکہ ان قدموں کو اپنی جگہ سے ہٹانے کے لئے کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔

اس لئے دوسری صحیح احادیث کے مطابق دونوں قدم کی ایڑیوں کو اوپر کرکے قدم کو کھڑا کرکے اور دونوں قدم کی انگلیوں کو قبلہ رخ موڑے۔

البتہ پہلے سجدہ سے اٹھ کر جب بیٹھے تو اپنے بائیں پیر کو موڑ کر بچھالے اور اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو حسب سابق کھڑا رکھے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی حدیث ابوحمید میں ہے کہ ......**فاذا سجد وضع یدیہ غیر مفترش ولا قابضھما واستقبل بأطراف أصابع رجلیہ القبلۃ، فاذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجلہ الیسری ونصب الیمنی....الحدیث، باب سنۃ الجلوس فی التشھد** (بخاری مع فتح الباری: ج ۲ص ۳۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کو بغیر بچھائے اور بغیر سمیٹے زمین پر رکھتے تھے اور اپنے پیر کی انگلیوں کو قبلہ رخ کرلیتے تھے اور جب دو رکعت کے بیچ میں بیٹھتے تو اپنے داہنے قدم کو کھڑا رکھتے (جیسے سجدے میں کھڑا رکھے تھے) اور بائیں پیر پر بیٹھتے تھے۔

اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ ....**ثم أھوی الی الارض ساجدا ثم قال اللہ اکبر ثم جافی عظم فی عضدیہ عن ابطیہ وفتح أصابع رجلیہ ثم ثنی رجلہ الیسری وقعد علیھا ثم اعتدل حتی یرجع کل عظم فی موضعہ معتد لا ثم أھوی ساجدا....الحدیث. رواہ الترمذی وقال حدیث حسن صحیح** (ارواء الغلیل ج ۲ص ۱۴)

کہ آپ ﷺ سجدہ کرتے ہوئے زمین کی طرف جھکتے پھر اللہ اکبر کہتے تو پھر (سجدہ میں) اپنے دونوں بازوؤں کو اپنے پیٹ سے جدا رکھتے اور پیر کی انگلیوں کو پھیلاتے پھر (سجدہ سے اٹھ کر) اپنے بائیں پیر کو موڑ لیتے اور اس پر بیٹھ جاتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ قرار پاجاتی پھر آپ سجدہ کرتے۔

اور مصلی جس طرح پہلا سجدہ کرے گا اسی طرح دوسرا سجدہ بھی کرے گا اور پیر اور اس کی انگلیوں کی کیفیت بھی وہی ہوگی جو پہلے سجدہ میں تھی۔

حضرت انس کی حدیث جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ **اعتدلوا فی السجود- الحدیث** (مسلم ج۱ ص ۱۹۳) یعنی سجدے میں اپنے اعضاء کو سیدھا رکھو سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ سجدہ میں دونوں قدم اور ان کی ایڑیوں کو سیدھا رکھا جائے گا، موڑ کر ایڑیوں کو ملایا نہیں جائے گا کیونکہ یہ اعتدال فی السجود کے منافی ہے۔

(اس حدیث کو علامہ ناصرالدین البانی رحمہ اللہ علیہ نے ارواء الغلیل ج ۲ ص ۹۱ میں بخاری، مسلم، ابوعوانہ، ابوداؤ، نسائی، دارمی، ابن شیبہ، بیہقی، ابن ماجہ، ابوداؤد، طیالسی کے حوالے سے نقل کیا ہے)

اور اسی طرح دوسری احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ... **کان اذا صلی فرج بین یدیه حتی یبدو بیاض ابطیه** (بخاری و مسلم و ابن خزیمۃ و ابن حبان)

کہ جب آپ نماز پڑھتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو (سجدے میں) اپنے پیٹ سے دور رکھتے یہاں تک کہ آپ کے بغل کی سفیدی ظاہر ہوجاتی۔

اور اسی معنی میں امام ترمذی نے عبداللہ بن اقرم خزاعی سے اور ابن ابی شیبہ نے وکیع کی سند سے روایت کیا ہے۔ (ترمذی ص ۳۷ مصنف ابن ابی شیبہ ج۱، ص ۲۵۸، باب ماجاء فی التجافی فی السجود)

نیز ابن ابی شیبہ نے ابوالاحوص کی سند سے روایت کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ عطا بن سائب روایت کرتے ہیں سالم البراء سے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ابن مسعود کے پاس ان کے گھر آئے تو ہم نے ان سے رسول اللہ ﷺ کی نماز سکھلانے کو کہا۔ تو ابن مسعود نے نماز پڑھی پس جب آپ سجدے میں گئے تو اپنے دونوں رانوں کو جدا جدا کرلیا۔

اور احمر صحابی سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنی دونوں رانوں کو اپنے پہلو سے جدا رکھتے تھے۔ وہ حدیث اس طرح ہے:

وکیع عن عباد بن راشد عن الحسن قال حدثنی احمر صاحب رسول الله ﷺ قال کنا لنا ولی لرسول الله ﷺ مما یجافی بفخذیه عن جنبیه اذا سجد (المصنف لابن ابی شیبہ ج۱ ص ۲۵۷)

اور امام حاکم نے **باب الامر بالاطمینان واعتدال الارکان فی الصلاة** کے تحت ہمام کی سند سے رفاعہ بن رافع کی ایک حدیث روایت کی ہے جس میں ہے کہ "**ثم یکبر فیسجد فیمکن جبهته من الارض حتی تطمئن مفاصله ویستوی ثم یکبر فیرفع راسه**" (مستدرک ج۱ ص ۱۵۲،۵۱۳)

کہ پھر آپ نے تکبیر کہی پس سجدہ کیا تو اپنی پیشانی کو زمین پر اچھی طرح ٹیک دیا یہاں تک کہ آپ کے سبھی جوڑ اپنی جگہ ٹھہر گئے اور سیدھے ہوگئے۔

اور اسی حدیث کو امام نسائی نے (ص ۱۲۳۔ سنن مع التعلیقات) اور دارمی نے ابوالولید الطیالسی کی سند سے روایت کیا ہے اور اس میں "**حتی تطمئن مفاصله وتسترخی**" ہے یعنی سجدے میں آپ کے سبھی جوڑ ڈھیلے ہوگئے اور اپنی جگہ ٹھہر گئے۔

ان احادیث سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ مصلی سجدے میں اپنی ایڑیوں کو اسی طرح جدا جدا رکھے گا جس طرح نماز میں کھڑے ہونے کے وقت رکھا تھا تاکہ ہر عضو اپنی اپنی جگہ علاحدہ ہوکر سکون پا جائے (ٹھہر جائے) اور تناؤ میں نہ رہے۔ جبکہ ایڑیوں کو ملانے سے تناؤ پیدا ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے ابوداؤد کی حدیث "**اذا سجد فرج بین فخذیه غیر حامل بطنه علی شئی من فخذیه**" کے تحت علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ "**ای فرق بین فخذیه ورکبتیه وقدمیه**" یعنی سجدے میں اپنی دونوں رانوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدم جدا جدا رکھتے تھے۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۸۶)

تنبیہ: امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ نے اپنے صحیح میں یحی بن ایوب کی سند سے متابعت و استشہاد میں روایت کیا ہے بطور دلیل و حجت ان کی حدیثوں کو نہیں روایت کیا ہے۔ (الہدی الساری مقدمہ فتح الباری و مقدمہ نووی شرح مسلم)

اور اسی وجہ سے حاکم اور ذہبی کو کبھی کبھی دھوکہ ہوا ہے اور انہوں نے ضعفاء کی روایتوں کو شیخین کی شرط پر قرار دیا ہے جیسا کہ یحی بن ایوب کی راصا عقبیہ والی حدیث میں کہا ہے حالانکہ وہ شیخین کی شرط پر نہیں ہے۔

مولانا ریاض احمد سعیدی کا سانحہ ارتحال

بڑے ہی رنج و غم کے ساتھ یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ مغربی چمپارن کی معروف سلفی بستی جھکا میں قیام پذیر والد محترم مولانا ریاض احمد سعیدی ۱۱۰ سال کی عمر میں ۳۱/مارچ ۲۰۰۷ء بروز سنیچر انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

موصوف نے ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ دارالحدیث رحمانیہ دہلی میں ساتویں جماعت تک کی تعلیم حاصل کی اور مدرسہ سعیدیہ سے فراغت کی۔ موصوف بڑے ہی خلیق وغیور، جماعتی کاموں میں سرگرم تھے، کئی اداروں میں تدریسی فرائض انجام دی۔ ان کے دو لائق فرزند مولانا نیاز احمد فیضی مدرسہ منظر العلوم پرسا کے پرنسپل ہیں اور ماسٹر ایاز احمد ایک فاضل استاد ہیں۔ ان کی وفات کی خبر سنتے ہی علاقہ کے لوگوں کا ہجوم لگ گیا۔ بڑی تعداد میں جنازے میں لوگوں نے شرکت کی۔ ان کی زندگی کے بارے میں تفصیلات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالی ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

(مولانا نیاز احمد جھکاوی، پرنسپل مدرسہ منظر العلوم)

مشتاق احمد مختار احمد، سنت کبیر نگر، یوپی

امت محمدیہ جاہلیت کے نرغے میں

واضح ہو کہ امام ابن خزیمہ کی روایت میں ''راصاعقیبہ'' کے ساتھ دعاء میں اعوذ برضاک.... کے اخیر میں ''لا أبلغ کل مافیک'' کی زیادتی بھی کتب ستہ کی روایات میں نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ سجدے کی حالت میں نمازی اپنے دونوں پیر اور ایڑیوں کو جدا جدا رکھے کیونکہ صحیح احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے اور ایڑیوں کو ملانے والی حدیث ثابت نہیں ہے۔

ان أريد الا الاصلاح ما استطعت وما توفيقى الا بالله.

☆☆☆

ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: **اربع فى امتى من امر الجاهلية لا يتركونهن الفخر بالاحساب، والطعن فى الانساب، والاستسقاء بالنجوم، والنياحة وقال النائحة اذا لم تتب قبل موتها تقام يوم القيامة وعليها سربال من قطران ودرع من جرب۔(۱)**

کہ میری امت میں چار ایسے امور ہوں گے جن کا تعلق جاہلیت سے ہوگا امت اس پر بڑی سختی سے کاربند ہوگی اور ترک کرنے کا نام نہ لے گی۔ خاندانی شرافت پر فخر وغرور کرنا، نسب میں عیب اور نقص لگانا، ستاروں سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا، اور نوحہ کرنا، مزید آپ نے فرمایا: نوحہ کرنے والی عورت اگر توبہ سے پہلے مرجائے گی تو قیامت کے روز کھڑی کی جائے گی اس حال میں کہ اس کے اوپر تارکول کا کرتہ اور خارش کی کرتی پہنائی جائے گی۔

حدیث میں اللہ کے رسول نے چار ایسی باتوں کا تذکرہ فرمایا جن کا تعلق امور جاہلیت سے ہے۔ اور آپ نے یہ بتلایا کہ ہے ہماری امت کے بعض افراد ان چاروں امور پر ان کی حرمت جاننے کے باوجود یا لاعلمی کی وجہ سے بکثرت عمل کرتے رہیں گے، جب کہ یہ مذکورہ امور حد درجہ گھناؤنے اور انتہائی مکروہ وقبیح ہیں۔

لیکن امت کی بدقسمتی کہئے یا سنگدلی امت کہ جس بات سے روکا جاتا ہے اس کو بڑے پیار سے کرتے ہیں اور جن کو کرنے کا حکم دیا جاتا ہے اس سے دامن کش رہتے ہیں جب کہ ہونا تو یہ چاہئے کہ ''خذ ما صفا دع ما کدر'' اور حد درجہ افسوس تو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ایسے کاموں میں ان لوگوں کا دامن تر رہتا ہے'' جن کو اللہ نے ''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء'' اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ''العلماء ورثة الانبياء'' جیسے القاب سے نوازا ہے۔

(۱) **خاندانی شرافت پر فخر کرنا:** یعنی اپنے آباء واجداد اور ان کے کارناموں کی وجہ سے لوگوں پر اظہار فخر کرنا نیز یہ تصور دلانا کہ ہم ہی سب سے بہتر اور اشرف ہیں جب کہ یہ انتہاء درجہ کی جہالت اور دیوانگی کی علامت ہے، خاندانی شرافت اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کوئی معنی نہیں رکھتی ہے اگر اللہ کے یہاں کوئی چیز باعث عز وشرف ہے تو وہ تقوی اور پرہیزگاری ہے ''**ان اکرمکم عند الله اتقاکم**'' اللہ کے نزدیک تم سب میں باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہو، یہاں پر برتری کا معیار خاندان، قبیلہ اور نسل ونسب نہیں ہے بلکہ معیار محض تقویٰ ہے، جس کو اپنانا انسان کے ارادہ واختیار میں ہے۔

اس بات کی مزید تائید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ہوجاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ان الله لاينظر الى صوركم واموالكم ولكن ينظر الى قلوبكم واعمالكم**''(۵) کہ اللہ تعالی تمہاری شکلیں اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے دلوں اور عملوں کو دیکھتا ہے، دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں: ''**واشار باصابعه الى صدره**''(۶) اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے اپنی انگلی سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔

دوسری حدیث میں ہے: ''**يا ايها الناس ان ربكم واحد ألا لافضل لعربى على اعجمى ولا لعجمى على عربى ولا لاحمر على اسود ولا لاسود على احمر الا بالتقوىٰ**''(۷) کہ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی سرخ پر فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔

مذکورہ احادیث سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ شخص مکرم اور باعزت ہے جو تقویٰ شعار ہو' لیکن ان تمام فرامین کے باوجود امت کا ایک بڑا طبقہ اس میں غرق ہے جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا، معاشرہ وسوسائٹی اس قدر جہالت میں ہے کہ اگر کوئی شخص خان، یا چودھراہٹ سے ہٹ کر کسی دوسری برادری سے تعلق رکھتا ہے تو سماج میں اس کا جینا دوبھر ہے اس قدر حیوانیت کا غلبہ ہے۔ اور ان میں وہ لوگ زیادہ پیش پیش ہیں جو اپنے آپ کو اس سے زیادہ پابند شریعت تصور کرتے ہیں، اس کی زندہ مثالیں آئے دن مدارس وجامعات میں دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں جن کا ذکر یہاں باعث شرم وعار ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

(۲) **نسب میں عیب جوئی کرنا اور نقص نکالنا:** یہ چیز بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہت ہی ناپسندیدہ امر ہے، اس کی

قباحت کا اندازہ ہم اس حدیث سے لگائیں کہ ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کی والدہ کے نسب کے بارے میں عار دلائی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **یا اباذر! اعیرتہ بامہ انک امرؤ فیک جاھلیة، اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولاتکلفوھم ما یغلبھم فان کلفتموھم فاعینوھم"** (۸) اے ابوذر! کیا تم نے اس کی ماں کے بارے میں عار دلائی ہے ابھی تو تمہارے اندر جاہلیت کی بو باقی ہے، جب کہ تمہارا غلام تمہارا بھائی ہے، اللہ نے اس کو تمہارے ماتحت کیا ہے تو وہ شخص جس کا بھائی اس کے ماتحت ہو تو اس کو وہی چیز کھلائے جو خود کھائے، جو خود پہنے اس کو بھی پہنائے اور تم اسے کسی ایسی چیز کا مکلّف نہ بناؤ جس کام کے کرنے کی اس کے اندر طاقت نہیں، اگر خدانخواستہ بناؤ بھی تو خود اس کے اندر اس کی مدد کرو۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نسب کے اندر کسی کو مطعون کرنا جاہلیت کے مذموم عمل میں سے ہے۔

آپ ذرا اندازہ لگایئے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ادنیٰ سی بات پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غضبناک ہوگئے تھے، اور آج ہم تو اس سے بھی زیادہ گئے گزرے ہیں، اور بڑے طمطراق کے ساتھ ایک دوسرے کے نسب میں عیب جوئی کرتے ہیں حالانکہ احتیاط کی اشد ضرورت ہے۔

(۳) ستاروں سے بارش برسنے کا عقیدہ رکھنا: یعنی بارش برسنے کو مختلف ستاروں کی طرف منسوب کرنا جسے پچھتر کے نام سے جانا جاتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کا عقیدہ رکھنے سے روکا ہے، اور اسے باعث کفر وشرک بتلایا ہے۔

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں ہم لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی، اور رات کو بارش ہوچکی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا: تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے کیا کہا؟ لوگوں نے کہا: **"اللہ ورسولہ اعلم"** اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جانتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: میرے بندوں میں سے بعض نے ایمان کی حالت میں صبح کی اور بعض نے کفر کی حالت میں، تو جس نے کہا کہ یہ بارش اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کا انکار کیا اور جس نے کہا کہ یہ بارش تاروں کی گردش سے ہوئی ہے تو اس نے میرا انکار کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔ (۹)

مذکورہ حدیث سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر تمام دنیاوی امور کی نسبت غیر اللہ کی طرف کرنا درست نہیں ہے۔ لہذا اب اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ **"مطرنا بنوء کذا وکذا أو بنجم کذا وکذا"** یعنی ہمیں فلاں منزل یا فلاں ستارہ کی وجہ سے بارش ملی تو دو حال سے خالی نہیں:

۱- ایک یہ ہے کہ کہنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ بارش برسنے میں ستاروں کا بہت بڑا دخل ہے تو ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر اور مشرک ہے (جیسا کہ اہل جاہلیت کا اعتقاد تھا) اس پر جمہور علماء اور امام شافعی متفق ہیں۔ (۱۰)

۲- دوسرا یہ ہے کہ **"مطرنا بنوء کذا وکذا"** کہنے والے کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی موثر اور بارش برسانے والا صرف اللہ ہی ہے لیکن یونہی بر بنائے عادت اور لوگوں کے دیکھا دیکھی اس نے یہ جملہ کہہ دیا۔ تو اس کے بارے میں صحیح موقف یہ ہے کہ مجازاً بھی بارش کو ستارے کی طرف منسوب کرنا حرام ہے۔ کیوں کہ یہ جملہ کہنے والے نے ایک ایسے فعل کی نسبت ایسی مخلوق کی طرف کی جس کو اس فعل پر قطعاً کوئی قدرت نہیں ہے بلکہ وہ خود اللہ کے حکم کے تابع اور مسخر ہے اور اسے نفع اور ضرر دینے پر ذرہ برابر بھی اختیار نہیں۔

(۴) نوحہ کرنا: کسی کے فوت ہونے پر بین کرنے کو نوحہ کہتے ہیں۔ بین کرنے والا اللہ کی قضاوقدر پر ناراض ہوکر بین کرتا ہے۔ بین کرنا صبر کے خلاف ہے اور شریعت میں اس کا شمار امور جاہلیت اور کبیرہ گناہوں میں ہوتا ہے، جس پر سخت وعید آئی ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: **"النائحة اذا لم تتب قبل موتھا تقام یوم القیامة وعلیھا سربال من قطران ودرع من جرب"** (۱۱)

حدیث کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اگر نوحہ کرنے والی عورت توبہ سے پہلے فوت ہوجائے تو قیامت کے دن اس کے بدن پر تارکول کا کرتہ اور خارش کی درع پہنائی جائے گی، دوسری حدیث میں نوحہ پر وعید بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: **"لیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعا بدعوی الجاھلیة"** (۱۲) وہ ہم میں سے نہیں جو اپنے رخساروں کو پیٹے اور گریبانوں کو پھاڑے اور عہد جاہلیت کی طرح آواز بلند کرے یعنی واویلا مچائے، نیز نوحہ علی المیت کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے اعمال میں سے ایک عمل اور جاہلیت کے طریقوں میں سے ایک طریقہ بتایا ہے، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"اثنتان فی الناس ھما بھم کفر الطعن فی النسب والنیاحة علی المیت"** (۱۳) کہ دو چیزیں لوگوں کے اندر پائی جاتی ہیں جو کہ کفر ہیں پہلی چیز نسب کے اندر طعن وتشنیع کرنا، دوسری میت پر نوحہ کرنا ہے۔

یہاں جو حدیث میں کفر کا لفظ آیا ہے اس بارے میں متعدد اقوال ہیں لیکن زیادہ صحیح وہ ہے جسے ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان تمام نصوص کے باوجود ہمارے معاشرے میں ایسے لوگ بکثرت پائے جاتے ہیں جو ذرہ برابر بھی سنت کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ اتفاق سے اگر کوئی مرجاتا ہے تو نوحہ کرنے میں خوب مقابلہ آرائیاں کرتے ہیں جب کہ یہ عمل قابل لعنت وملامت ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہم مسلمانوں کو جملہ جاہلی امور اور فواحش ومنکرات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ تقبل یارب العالمین.

عبدالرزاق عبدالغفار، متحدہ عرب امارات

پہلی قسط

تجارت معاشی استحکام کا ایک اہم ذریعہ

حواشی

(۱) صحیح الجامع (۸۸۳) سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ (۳۴۷) مختصر مسلم (۴۶۳) (۲) فاطر، آیت: ۲۸ (۳) صحیح البخاری (ج ۱، کتاب العلم، باب العلم قبل القول والعمل) (۴) الحجرات، آیت: ۱۳ (۵) صحیح مسلم (ج ۲، کتاب البر والصلۃ والآداب) ابن ماجہ (۴۱۴۳) احمد (۲/۲۸۵، ۵۳۹) ، غایۃ المرام (۴۱۵) (۶) مسلم (ج ۲، کتاب البر والصلۃ والادب) (۷) بیہقی فی الشعب ص: ۳۲۶-۳۲۷، مسند احمد: ۵/۴۱۱، بحوالہ غایۃ المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام (۳۱۳) (۸) بخاری (ج ۱، باب المعاصی من امر الجاہلیۃ) غایۃ المرام للالبانی رحمہ اللہ (۳۰۷) (۹) صحیح مسلم (ج ۱، کتاب الایمان ص: ۵۹) (۱۰) شرح مسلم للنووی (ج ۱، ص: ۵۹) (۱۱) صحیح مسلم (ج ۱، کتاب الجنائز، ص: ۳۰۳) (۱۲) بخاری فی کتاب الجنائز من صحیحہ، ارواء الغلیل (۷۷۰) غایۃ المرام (۳۱۴) (۱۳) صحیح الجامع للالبانی (۱۳۸) شرح الطحاویۃ (۳۷۷) مختصر مسلم (۵۵)

☆☆☆

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون.

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أفضل الکسب عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور.

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اسلام کی دعوت ہمہ گیر اور عالم گیر ہے۔ اسلام ایک ایسے نظام حیات کا داعی ہے جس میں مذہبی، روحانی، اخلاقی، سیاسی، عسکری، معاشرتی اور معاشی اصول وضوابط نہایت جامع ومانع انداز میں بیان کئے گئے ہیں جس میں دنیوی اور دینی فلاح وبہبود اور رشد وہدایت کا سارا سامان موجود ہے۔ اس نے رب کو پہچاننے کا طریقہ بتایا۔ رسولوں، فرشتوں تقدیر اور کتابوں پر ایمان لانا واجب ٹھہرایا، عقیدہ آخرت کو ضروری قرار دیا۔ زندگی گزارنے کے گر سکھائے اور ہر شعبہ حیات کا رخ متعین کر دیا۔ اور واشگاف الفاظ میں یہ دعا بھی سکھائی: ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار (۱)

رحمت دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے پس جس نے جائز طریقے سے اس دنیا کو حاصل کیا۔ اس کے لئے اس دنیا میں برکت ہے الدنیا حلوۃ خضراء فمن اخذ ھا بحقہ بورک لہ فیھا (۲)

انسانی زندگی کی خوشحالی کا تمام تر انحصار انسان کی قوت معیشت پر ہے۔ اسی لئے انسانی زندگی میں معیشت کی بڑی اہمیت ہے۔ اسلام نے اس گوشے کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔ بلکہ اس کے لئے نہایت زریں اصول وضوابط وضع کئے۔ اور حصول معیشت کے تمام طریقوں کو واضح کیا اور بتایا کہ کون کون سے طریقے اسلام کی نظر میں محبوب ہیں۔ اور کون کون سے طریقے مبغوض اس نے معیشت کو دو خانوں میں تقسیم کیا (۱) حلال (۲) حرام

چنانچہ حلال طریقے سے حصول معاش کو واجب قرار دیا اور حرام طریقوں سے روکا۔ اور ان پر پابندی لگائی۔

ماہرین معاشیات واقتصادیات نے حصول معاش کے چار وسائل وذرائع بیان کئے ہیں۔

(۱) ملازمت (۲) زراعت (۳) صنعت وحرفت (۴) تجارت

میرے مضمون کا مرکزی نقطہ تجارت ہی ہے اس لئے میرا مقالہ اسی نقطہ تجارت پر گردش کرتا رہے گا۔ ان شاء اللہ

افشاں دل مومن پہ ہے یہ راز معاش
خلوت میں کرے غور، ہر انسان اے کاش
حصے تو عبادت کے ہیں گو سات مگر
سب سے افضل ہے حلال روزی کی تلاش

تجارت کا لغوی معنی اوراس کی تعریف: تجارت عربی کا لفظ ہے اردو میں اس کے معنی خرید وفروخت کے ہیں اور عربی میں اس کی تعبیر بیع وشراء سے بھی کی جاتی ہے۔ یعنی برضا ورغبت کسی مال کو کسی دوسرے مال کے عوض دینا اور لینا اور اس سے بھی واضح تر الفاظ میں تجارت یہ ہے کہ اپنی ملکیت کو بخوشی ورغبت دوسرے کی ملکیت میں دے دینا۔

علامہ ابن خلدون تجارت کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ کسی چیز کو سستا خرید کر مہنگا بیچنا تاکہ اس سے فائدہ حاصل ہو سکے اور اصل مال کو بڑھایا جا سکے۔ (۳)

تجارت قرآنی آیات کی روشنی میں: قرآن کریم میں تجارت بیع اور ابتغاء فضل اللہ کے الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ تقریبا نو مقامات ایسے ہیں جہاں پر براہ راست تجارت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اور تقریبا نو ہی مقامات ایسے ہیں جہاں پر تجارت کو بیع سے تعبیر کیا ہے۔ صرف ایک مقام ایسا

ہے جہاں پر تجارت کو خاص معنی اور بیع کو عام معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔مثلا رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله واقام الصلاة وايتاء الزكاة يخافون يوما تتقلب فيه القلوب والأبصار(۴) ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے اور زکاۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔

اور بیع بمعنی تجارت ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

(۱)وأحل الله البيع وحرم الربوا (۵)

اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام

(۲)یا ایها الذین امنوا أنفقوا مما رزقنكم من قبل أن ياتي يوم لا بيع فيه ولا خلة ولا شفاعة والكافرون هم الظالمون(۶)

اے ایمان والو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرتے رہو۔اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تجارت ہے نہ دوستی اور شفاعت اور کافر ہی ظالم ہیں۔

(۳)قل يعبادى الذين آمنوا يقيموا الصلاة وينفقوا مما رزقناهم سرا وعلانية من قبل أن ياتى يوم لا بيع فيه ولا خلال(۷)

میرے ایماندار بندوں سے کہہ دیجئے کہ نمازوں کو قائم رکھیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے رہیں۔اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نہ خرید وفروخت (تجارت) ہوگی نہ دوستی اور محبت۔

(۴)ومن أوفى بعهده من الله فا ستبشروا ببيعكم الذى بايعتم به وذلك هو الفوز العظيم(۸)

اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے پس (مسلمانو) اپنے اس سودے پر جو تم نے اللہ سے چکایا خوشیاں مناؤ اور یہی بڑی کامیابی ہے یہ تو بیع بمعنی تجارت کی تشریح ہوئی، آیئے اب ابتغاء فضل اللہ بمعنی تجارت کی تشریح دیکھتے ہیں چنانچہ قرآن کریم میں ۱۹ مقامات ایسے ہیں جہاں پر ابتغاء فضل اللہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی روزی تلاش کرنے کے ہیں مثلا:

(۱)فاذا قضيت الصلاة فانتشروا فى الأرض وابتغوا من فضل الله واذكروا الله كثيرا لعلكم تفلحون(۹)

پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل (مال تجارت ورزق) کو تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

یہاں فضل سے مراد کاروبار اور تجارت ہے اور آیت کا شان نزول ترغیب تجارت پر مبنی ہے۔

(۲)وآخرون يضربون فى الأرض يبتغون من فضل الله (۱۰)

اور بعض دوسرے لوگ زمین میں چل پھر کر اللہ کا فضل (روزی، مال تجارت) تلاش کریں گے۔

(۳)وترى الفلك مواخر فيه ولتبتغوا من فضله ولعلكم تشكرون (۱۱)

اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں (سمندر میں) پانی چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور اس لئے بھی کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور ہو سکتا ہے کہ تم شکرگزاری بھی کرو۔

(۴)ربكم الذى يزجى لكم الفلك فى البحر لتبتغوا من فضله انه كان بكم رحيما(۱۲)

تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں (سمندر میں) کشتیاں چلاتا ہے تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو وہ تمہارے اوپر بہت ہی مہربان ہے۔

(۵)الله الذى سخر لكم البحر لتجرى الفلك فيه بأمره ولتبتغوا من فضله ولعلكم تشكرون(۱۳)

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو تابع بنا دیا۔تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر بجالاؤ۔

ان تمام آیات میں فضل تلاش کرنے سے مراد کاروبار تجارت ہی ہے۔قرآن کریم کی ان چند آیات کی روشنی میں تجارت کی اہمیت وافادیت اچھی طرح واضح ہو چکی ہے۔

تجارت احادیث نبوی کی روشنی میں: آیئے اب دیکھتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کے ارشادات گرامی میں تجارت کی کیا اہمیت اور کیا مقام ہے؟ چنانچہ اکثر محدثین نے کتاب التجارۃ اور باب التجارۃ جیسے ابواب باندھے ہیں مثلا امام بخاری رحمہ اللہ باب الخروج من التجارۃ، باب صدقۃ الکسب والتجارۃ وغیرہ کے تحت مختلف احادیث کا ذکر کرتے ہیں اور استدلال میں قرآنی آیات کو بھی پیش کرتے ہیں جس سے تجارت کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔آیئے اب چند احادیث کا ذکر کرتے ہیں تا کہ تجارت کی اہمیت اقوال رسول ﷺ کی روشنی میں مزید واضح ہو جائے۔

(۱)رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:طلب كسب الحلال فريضة بعدالفريضة(۱۴)

یعنی حلال روزی کی تلاش اللہ کے فریضہ کے بعد فرض ہے۔

(۲)مالک بن انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

طلب الحلال واجب علی کل مسلم (۱۵)

حلال روزی کی تلاش وجستجو ہر مسلمان پر واجب اور فرض ہے۔

(۳) ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

افضل الکسب عمل الرجل بیدہ وکل بیع مبرور (۱۶)

یعنی بہترین کمائی آدمی کے اپنے ہاتھ کی ہے اور ایسی تجارت جو دھوکے اور خیانت سے پاک ہو۔

(۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

کانوا لا یتجرون بمنی فأمروا بالتجارة اذا أفاضوا من عرفات لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم (۱۷)

لوگ منی میں تجارت نہیں کرتے تھے پھر ان کو تجارت کا حکم دیا گیا۔ جب عرفات سے لوٹیں۔ تمہارے اوپر کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

(۵) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تکونن فتانا ولا مختالا ولا تاجرا الا تاجر خیر (۱۸)

فتنہ پرداز نہ بنو، نہ ہی خود سرا اور نہ ہی تاجر مگر خیر و بھلائی کے تاجر۔

عمر بن تغلب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان من اشراط الساعة أن یفشوالمال ویکثر وتفشوالتجارة (۱۹)

بیشک قیامت کی نشانیوں میں سے ہے مال کی کثرت اور بہتات اور تجارت کا پھیلاؤ۔

(۷) ابن ابی السائب سے روایت ہے کہ اسلام لانے سے پہلے وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تجارت میں شریک تھے جب مکہ فتح ہوا اور وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: مرحبا باخی وشریکی (۲۰) میرے بھائی اور میرے شریک خوش آمدید۔

یہ چند احادیث بطور مثال پیش کردی گئی ہیں ورنہ کتب حدیث میں بے شمار روایات ملتی ہیں جن کی روشنی میں تجارت کی فضیلت واہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور تجارت کی ترغیب ملتی ہے۔

تجارت کے اخلاقی اور تجارتی اصول:

۱۔ تاجر کے لئے ضروری ہے کہ ایماندار اور دیانت دار ہو۔

۲۔ تاجر کے لئے، محنت، جفاکشی اور مستقل مزاجی از بس ضروری ہے۔

۳۔ تاجر کو خوش اخلاق، خوش گفتار، صاف دل اور صاف گو ہونا چاہیے۔

۴۔ تاجر کو کذب بیانی اور دھوکہ دہی سے بچنا چاہیے۔

۵۔ تاجر کے لئے تجارت میں عجلت پسندی اور جلد بازی نہایت مضر ہے۔

۶۔ تاجر کے لئے ضروری ہے کہ اپنی تجارت کے ہر شعبہ کا مستقل انتظام و انصرام رکھے۔

۷۔ تاجر کو ہمیشہ صبر وتحمل اور بردباری سے کام لینا چاہیے۔

۸۔ تاجر کو چست و چالاک ہونا چاہیے اور آرام طلبی سے دور رہنا چاہیے۔

۹۔ تاجر کو عہد و پیمان اور قول وقرار کا پابند ہونا چاہیے۔

۱۰۔ تاجر کو حرام چیزوں کی تجارت سے بچنا چاہیے۔

۱۱۔ تاجر کو عہد و پیمان اور قول وقرار کا پابند ہونا چاہیے۔

۱۲۔ تاجر کو تجارت کے اندر حسن معاملہ کا بھرپور ثبوت دینا چاہیے (۲۱)

۱۳۔ تاجر کو سالانہ بجٹ پر بھی نظر رکھنی چاہیے۔

۱۴۔ تاجر کے لئے سال کے آخر میں اسٹاک چیک کرنا ضروری ہے تاکہ آنے والے سال کے لئے نیا لائحہ عمل مرتب کر سکے۔

انبیاء کرام اور تجارت:

انبیاء کرام علیہم السلام بھی تجارت کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء کرام تقریبا تجارت سے ہی وابستہ تھے، کوئی کپڑا بنتا تھا، کوئی زرہ بناتا تھا۔ حضرت ادریس علیہ السلام فن کتابت وخیاطت کے ماہر تھے۔ نوح علیہ السلام کشتی بناتے تھے اور ملاحی کرتے تھے، حضرت شعیب علیہ السلام کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ لقمان علیہ السلام رسیاں بناتے اور فروخت کرتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام بزاری کا کام کرتے تھے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام تیر بناتے اور بیچتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بڑھئی کا کام کرکے اپنی گزر بسر کرتے تھے اور نبی آخر الزماں علیہ الصلاۃ والسلام نے بچپن میں بکریاں چرائیں اور بڑے ہوکر تجارت کی۔

حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نبوت سے قبل کامل بارہ سال تک تجارت کی ہے اور اسے اس قدر ترقی اور وسعت دی کہ آپ کا مال تجارت شام، یمن، حبشہ، بحرین اور مسقط وغیرہ کی زبردست منڈیوں میں بکنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ (۲۲)

حواشی

(۱) سورۃ البقرہ:۲۰۱ (۲) طبرانی دیکھئے الصحیحۃ رقم حدیث ۱۵۹۲ (۳) مقدمۃ ابن خلدون ص ۳۹۴، ایضا فقہی مقالات ص ۱۷۱ (۴) سورۃ النور: ۳۷ (۵) سورۃ البقرۃ: ۳۷۵ (۶) سورۃ البقرۃ: ۲۵۵ (۷) سورۃ ابراہیم: ۳۱ (۸) سورۃ التوبۃ: ۱۱۱ (۹) سورۃ الجمعۃ: ۱۰ (۱۰) سورۃ المزمل: ۲۰ (۱۱) سورۃ النحل: ۱۴ (۱۲)۔ سورۃ بنی اسرائیل: ۶۶ (۱۳) سورۃ الجاثیۃ: ۱۲ (۱۴) مشکاۃ ج ۲ ص ۸۴۷ (۱۵) طبرانی (۱۶) طبرانی، مسند احمد بن حنبل، انظر سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ رقم ۶۰۷ (۱۷) ابوداؤد ج ۱ ص ۴۸۵ (۱۸) احمد بن حنبل ج ۱ ص ۸۷ (۱۹) سنن النسائی، باب التجارۃ رقم ۳ حدیث ۴۴۵۶ (۲۰) احمد بن حنبل: ج ۳ ص ۴۲۵ حدیث ۲۱۵۵۹۰ (۲۱) اسلامی تعلیم ج ۸ ص ۶۴/ ۶۳ (۲۲) اسلامی تعلیم ج ۸ ص ۵۱/۴۷

چوتھے وسیلے کے طور پر عوامی سرگرمیاں ہیں، دعوت الی اللہ کے میدان میں ان کا بھی نمایاں کردار ہے جو دعوتی کام انجام دینے والے لوگوں کے ذوق وشوق اور دعوتی کام کو آگے بڑھانے والی خدمات اور کوششوں کو دیکھ کر پیدا ہوا ہے، اور یہ کردار دعوت کو پھیلانے اور عام کرنے میں معاون ومددگار ہوتا ہے، دعوت وتبلیغ وعظ وارشاد اور غیر ملکی باشندوں کے لیے ملک کے ہر علاقے اور خطے میں دعوت وتبلیغ کے یہ مراکز موجود ہیں، ان کی سرپرستی حکومت کرتی ہے، اور اس کی سرگرمیوں کو مدد دیتی اور تقویت پہنچاتی ہے اس سلسلے میں وہ ہدایات دیتی اور پروگرام سازی کرتی اور فنی وتربیتی اعتبار سے انہیں تعاون دیتی ہے اور انہیں چلانے میں مدد کرتی ہے۔

یہ دعوتی مراکز ودفاتر دعوت کے سلسلے میں جو کوششیں کر رہے ہیں اور ان کے جو پاکیزہ قابل مبارکباد مقاصد ہیں، جن سے دعوتی کام کو تقویت مل رہی ہے اور شریعت کا صحیح علم ملک کے گوشے گوشے میں عام ہو رہا ہے، ان سب کے مخفی نہ ہونے کے باوجود ان کے بعض مقاصد ایسے ہیں جو ان سب کے علاوہ ہیں۔

۱۔ مختلف وسائل وذرائع جیسے کتاب، کیسٹ، پمفلٹ اور فولڈر وغیرہ کے ذریعہ غیر مسلموں کو دین کی دعوت دینا۔

۲۔ بدعات وخرافات کے خلاف برسر پیکار رہنا، گمراہیوں کو مٹانا اور ان شکوک وشبہات کا ازالہ کرنا جو اسلام قبول کرنے والے نئے نئے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ مسلمانوں کے باہمی روابط اور تعلقات عامہ کو استوار و پختہ کرنا اور اندرون وبیرون ملک اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے دعاۃ ومبلغین تیار کرنا۔

۴۔ مملکت میں مقیم غیر مسلموں کو تمام مشروع وجائز اور میسر ذرائع سے اسلام کی دعوت دینا۔

۵۔ اس بار کو ہلکا کرنا جو مختلف دفتروں اور مختلف محکموں اور ان کے کارکنان پر ڈال دیا گیا ہے، اور یہ اس طرح ہوگا کہ مزدوروں اور مالکوں کے درمیان پیش آمد بہت ساری مشکلات ومسائل کو حل کیا جائے۔

۶۔ سرکاری دعوتی کام کرنے والے مراکز سے کام کا بوجھ ہلکا کرنا۔

۷۔ غیر ملکی قیام پذیر لوگوں میں دعوتی کام کرنے کی اہمیت کو اہل وطن پر واضح کرنا۔

۸۔ ملک میں موجود مشہور اور متداول کتابوں کا باریک بینی سے مطالعہ کرنا، اور ان میں موجود بہت سی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کرنا۔

۹۔ غیر ملکی کارکنان میں سے باصلاحیت افراد کو طے شدہ امور میں ملازمتیں دینا تاکہ یہ چیز اس بات کی ضمانت بن سکے کہ وہ لوگ کسی ایسے گمراہ کن، فساد پرور یا شر انگیز مقصد کے لیے موقع سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے جس سے سماج ومعاشرے کا امن وسکون غارت ہو جائے۔

ملک میں موجود بہت سارے دفاتر کو نظر انداز کر کے کسی ایک دعوتی مرکز یا دفتر کے بارے میں کچھ کہنا گفتگو کو طویل کرنا ہے یہ دفاتر یا مراکز جو کوششیں کر رہے ہیں یا جو خرچ کر رہے ہیں اور قربانیاں دے رہے ہیں وہ صرف خیر اور اجر وثواب میں شریک ہونے کے جذبہ ورغبت کے تحت اور ان کے قیام کے پس پردہ متوقع مقاصد تک پہنچنے کے پیش نظر ہے۔

ہم اللہ تعالی سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ ان کوششوں میں برکت دے، اور دشوار گزار راستوں میں ثابت قدم رکھے اور ہر اس شخص کو اجر عظیم عطا کرے جو کسی بھی انداز سے ان کاموں میں شریک ہو اور دعوتی کام میں حصہ لیتا ہو اور اس عالمگیر اسلامی دعوت کی تعمیر میں مدد کرتا ہو۔

تیسرے باب کی دوسری فصل میں میں نے اختصار کے ساتھ ان اداروں میں سے ہر ادارے کے دعوتی کردار اور ملک وبیرون ملک دعوتی میدان میں اس کے دوررس نتائج واثرات کا ذکر ان رپورٹوں اور وضاحتوں کے مطابق کیا ہے جو مجھے درج ذیل اداروں کی جانب سے مختصر اور مرتب انداز میں ملے ہیں۔

اولا: وزارت برائے اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد کے تحت اور پھر ادارہ عامہ برائے دعوت وارشاد کے تحت مملکت سعودی عرب کے اندر اور جزیرے عرب کے دوسرے ملکوں میں چلنے والے درج ذیل دعوتی وتبلیغی مراکز:

(۱) مرکز الدعوۃ والارشاد (ابھا) (۲) مرکز الدعوۃ والارشاد (جیزان) (۳) مرکز الدعوۃ والإرشاد (افلاج) (۴) مرکز الدعوۃ والارشاد (تبوک) (۵) مرکز الدعوۃ والارشاد (مکہ مکرمہ) (۶) مرکز الدعوۃ والارشاد (عرعر) (۷) مرکز الدعوۃ والارشاد (احساء) (۸) مرکز الدعوۃ والارشاد (دمام) (۹) مرکز الدعوۃ والارشاد (نجران) (۱۰) مرکز الدعوۃ والارشاد (باحہ) (۱۱) مرکز الدعوۃ والارشاد (فجیرہ، متحدہ عرب امارات) (۱۲) دفتر مشاورت برائے دینی امور (اردن) فلسطین، شام (سوریا) ولبنان اور اردن سبھی ممالک اس میں شامل ہیں۔ (۱۳) مرکز الدعوۃ والإرشاد (قطر)

(ثانیا) غیر ملکی باشندوں میں دعوت وارشاد اور ان کی اسلامی تربیت کے امدادی دفاتر: یہ دفاتر وزارت برائے اسلامی امور، اوقاف ودعوت وارشاد کے غیر ملکی باشندگان کے شعبہ دعوت کے تحت ہیں، جو درج ذیل ہیں۔

(۱) غیر ملکیوں میں تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کا امدادی دفتر (بطحاء، ریاض)

(۲) غیر ملکیوں میں تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کا امدادی دفتر (جدہ)

(۳) غیر ملکیوں میں تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کا امدادی دفتر (جیزان)

(۴) غیر ملکیوں میں تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کا امدادی دفتر (درعیہ)
(۶) غیر ملکیوں میں تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کا امدادی دفتر (بدائع، قصیم)
(۷) غیر ملکیوں میں تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کا امدادی دفتر (علا، مدینہ منورہ)
(۸) غیر ملکیوں میں تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کا امدادی دفتر (مجمعہ)

تیسرا باب

سعودی عرب میں دعوتی سرگرمیوں کے اثرات ونتائج

اس باب میں دو فصلیں ہیں:
فصل اول: اس میں نو حقائق ہیں۔ فصل ثانی: اس میں درج ذیل وضاحتیں ہیں:
(۱) وہ رپورٹیں اور تفاصیل جو ہمیں وزارتوں، سرکاری اداروں، انسٹی ٹیوٹس، کی طرف سے موصول ہوئی ہیں جو مملکت کے اندر دعوتی کام میں لگے ہوئے ہیں۔
(۲) دعوت وارشاد کے وہ مراکز جو مملکت سعودی عرب اور جزیرۃ العرب کی دوسری سلطنتوں میں وزارت برائے اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد کے ادارہ عامہ برائے دعوت دارشاد کے تحت کام کررہے ہیں۔
(۳) غیر ملکیوں میں تعلیم وتربیت اور دعوت وارشاد کے امدادی دفاتر جو مملکت کے ہر علاقہ میں موجود ہیں۔

فصل اوّل: اس میں درج ذیل نو حقائق ہیں جن سے دعوتی سرگرمیوں کے ان اثرات کا پتا چلتا ہے، تین کا ذکر کتاب کے باب ثانی میں ہوا اور وہ یہ ہیں۔
۱۔ پہلی حقیقت: عقیدے کی صحت اور اس کی پختگی مملکت کے مسلمانوں کا ایک امتیازی وصف ہے۔
۲۔ دوسری حقیقت: رسول اللہ ﷺ کی اتباع واطاعت اور احادیث صحیحہ پر عمل اور بدعات ومنکرات سے اجتناب۔
۳۔ تیسری حقیقت: مملکت میں جاری دعوتی سرگرمیاں جن کا بوجھ حکومت کے سارے شعبے اٹھا رہے ہیں اور جسے افراد اور جماعتیں انجام دے رہی ہیں۔
۴۔ چوتھی حقیقت: معاملات کی اصلاح ودرستگی نفاذ شریعت اور دین حنیف کے اصول ومبادی پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔
۵۔ پانچویں حقیقت: ساری دنیا بالخصوص عالم اسلام میں مملکت سعودی عرب کا مرتبہ ومقام۔
۶۔ چھٹی حقیقت: اللہ تعالیٰ کا اس ملک کو مضبوط ومستحکم کرنا، اس کے دین کی نصرت اور شریعت الٰہی کے نفاذ کا نتیجہ ہے۔
۷۔ ساتویں حقیقت: اسلامی شعائر کا پاس ولحاظ اور ان کا ظاہری وباطنی طور سے التزام۔
۸۔ آٹھویں حقیقت: مغربیت اس ملک کے مسلمانوں کی عام ظاہری شکل وصورت پر اثر انداز نہیں ہوئی ہے۔
۹۔ نویں حقیقت: پوری دنیا سے روابط۔

پہلی حقیقت: عقیدے کی صحت اور اس کی پختگی مملکت کے مسلمانوں کا ایک امتیازی وصف ہے: عقیدے کی صحت اور اس کے منافی امور سے اجتناب اور دوری سعودی عرب کے عام مسلمانوں کی صفت ہے، ان کی بڑی اکثریت عقیدے اور حقیقت اخلاص کی معرفت میں اور ان کے منافی امور سے اجتناب میں معروف ہے، بجز چند نادر صورتوں کے اور یہ سب اللہ کی توفیق سے اور پھر اس سلفی دعوت کے سبب ہے جو امام مجدد محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے پیش کی تھی، پھر اس وقت سے آج تک علماء ودعاۃ اس منہج اور طریقے کی پیروی کرتے رہے ہیں جو شیخ محمد بن عبدالوہاب نے اپنے دروس، خطبوں اور وعظ وغیرہ میں پیش کی تھی، یہاں تک کہ تعلیم کے ابتدائی مرحلے میں عقیدے کی سب سے پہلی چیز جو بچوں کو یاد کرائی جاتی ہے وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے پھر تعلیم کے سارے مراحل میں یہاں تک کہ (پی ایچ ڈی) جیسے اعلیٰ کلاسوں میں بھی اس کلمہ کے معانی ومفاہیم وسیع تر پیمانے پر بتائے جاتے ہیں۔

مسلمانوں کے دلوں میں عقید کو راسخ کرنے کا کام بنیادی طور پر حکومت کی توجہ اور روز اول سے ہی سلفی تحریک کے لیے اس کی تائید ومساعدت کی وجہ سے انجام پا رہا ہے، اگر میں کہوں تو مبالغہ آرائی نہ ہوگی کہ اس ملک کا ایک عام شخص بھی عقیدے کے معاملے میں دوسرے ممالک کے تعلیم یافتہ لوگوں سے بہتر ہے، عوام میں سے ایک شخص ہے کہ اسے کسی عربی ملک کا سفر کرنا پڑا، وہاں اس سے پوچھا گیا کہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کیا کہتے تھے، اس نے جواب دیا: میں ایک عام آدمی ہوں، مجھے کچھ نہیں معلوم، پوچھنے والے نے اس سے کہا: کیا ایک کلمہ بھی نہیں؟ اس نے کہا: مجھے شیخ محمد کا صرف ایک قول یاد ہے: ''اللہ کو اس کے افعال کے ذریعہ جانو اور تم اپنے اعمال وافعال کے ذریعہ اس کی توحید بجالاؤ''

اس پر پوچھنے والے نے کہا اور اس نے توفیق الٰہی سے انصاف پر مبنی بات کہی:
''اللہ کی قسم! یہی شروع سے آخر تک تمام پیغمبروں کی دعوت تھی''

ایک عامی نے جب کسی عربی ملک کا سفر کیا اور وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشاہد میں سے ایک مشہد (مقبرہ) گیا، جس کا طواف ہوتا تھا تو جب اس نے یہ منظر دیکھا تو پیچھے ہٹ کر وہاں سے بھاگا، اور کہا مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ یعنی قبروں کے مجاور یہ نہ کہیں کہ قربانی کر گرچہ ایک شہد کی مکھی ہی کیوں نہ ہو، تو عقیدے کی پختگی اور اس کی حقیقت کو سمجھنا ایک ایسی چیز ہے جو ہر مسلمان پر لازم ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عقیدے اور اس کے منافی چیزوں سے دور رہنے کی اہمیت کے اثرات جو اس ملک کے باشندوں پر پڑے ہیں، اس کا سبب اصل شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت سے ان کا متاثر ہونا، اور اسے قبل کرنا ہے، اور پھر اس ملک کے حکام اور علماء کی عقیدے کے سلسلے میں مسلسل توجہ فکر اور اسے تعلیم کے ہر مرحلے میں ایک اہم موضوع کی حیثیت دینے کی ہے۔

اولاً: اس مناسبت سے میں سب سے پہلے ذمہ داران تعلیم کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ طلبہ کو عقیدے اور کلمہ توحید کی تعلیم اس طرح دیں کہ وہ تعلیمی مراحل کی مناسبت سے وسیع سے وسیع تر ہوتی جائے۔

ثانیاً: ان سے یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ اس موضوع کو زیادہ مختصر کرنے کے سلسلے میں غور وفکر نہ کریں، اس لیے کہ بیرون ملک سے آکر تعلیم حاصل کرنے والے لوگ یہاں اور وہاں کی عقیدے کی تعلیم میں بڑا فرق اور عظیم فائدہ محسوس کرتے ہیں، اور ان میں کا ہر انصاف پسند اپنے ملک میں چل رہے تعلیمی اداروں سے یہی چاہتا ہے کہ اگر تعلیم کے سارے مراحل اور کلاسز میں نہ ہو سکے تو کم از کم کچھ مرحلوں میں تو عقیدے کی تعلیم کی جانب توجہ دیں، میں ایک عربی ملک کے ایک باپ کی یہ بات نہیں بھولوں گا، اس نے کہا: عقیدہ وفقہ یا دوسرے عام دینی مضامین میرے بیٹے کی راہ میں رکاوٹ بن گئے، جب اس نے اس ملک (سعودی عرب) میں تعلیم حاصل کی، باپ نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ میرا یہ بیٹا میرے اپنے ملک میں اپنے ساتھیوں میں اول تھا، اس نے مزید کہا: دراصل سعودی عرب میں ذمہ داران تعلیم عقیدہ بلکہ دین کے سارے موضوعات پر توجہ دیتے ہیں، جبکہ ہمارے ملکوں میں زیادہ تر توجہ تربیت، علم نفسیات اور ان جیسے دیگر علوم پر ہوتی ہے۔

اسی بنا پر میں اپنی بات کو دہراتا ہوں کہ علماء کے تعاون سے، دعوت الی اللہ اور حق کے واضح کرنے کے سلسلے میں جو توجہ اور اہتمام ہماری حکومت کر رہی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اور یہی دینی فریضہ مسلم ملکوں کے ذمہ داروں پر عائد ہوتا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ اثرات دراصل اس ملک میں دعوتی کام پر خصوصی توجہ دینے اور اہتمام کرنے اور مملکت کے ہر خاص وعام خطے میں اللہ کے شکر سے ہو رہی کوششوں کے فطری نتائج ہیں، اور ان کے اثرات کی چھاپ رسائل وجرائد، مکتوبات وخطوط وغیرہ میں بھی پڑی ہے، مثلاً: جب کوئی نبطی شاعر قصیدہ مرتب کرتا ہے، تو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ قصیدہ عقیدے کی جگہ لیے ہوئے ہے اور اس میں اسلام کے اصول

ڈاکٹر ایم این بیگ
پوسٹ بکس نمبر 18
ٹونک Tonk-304001
فون: 01432-244018

کینسر اور دیسی علاج، بواسیر کا بھروسہ مند علاج، مفید صحت ترکاریاں

ومبادی اور عقائد وارکان اور فرائض ومستحبات نیز اس میں موت کے بعد کی زندگی جنت جہنم اور آداب واخلاق وغیرہ جیسے معاملات کو سمویا گیا ہے، ایسی بہت سی مثالیں ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا۔

چونکہ سعودی حکومت کے نزدیک عقیدہ ہر دور میں ایک اہم چیز رہا ہے، اس لیے اس نے اس جانب توجہ دینے کی ذمے داری ان علماء، دعاۃ اور معلمین پر ڈالی جو اسے انجام دے رہے ہیں، یہاں تک کہ اب عقیدہ ایسی بنیادی چیزوں میں سے ہوگیا ہے جس سے کوئی ناواقف نہیں اور اگر کوئی عقیدہ کے خلاف کچھ بولتا ہے، تو اسے ہر طرف سے تنقید واعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس جانب حکومت کس قدر اہتمام وتوجہ کررہی ہے۔

لیکن ادھر آخری دور میں ہم سے کچھ غفلت اور کوتاہی بھی ہوئی ہے مثلانئی اسلامی بیداری سے متاثر نوجوانوں کو آپ دیکھیں گے کہ وہ اقتصادی، سیاسی اور معاشرتی معاملات وغیرہ پر زیادہ توجہ دے رہے ہیں، بلاشبہ یہ چیز خوش آیند اور بھلی نہیں ہے، خاص طور سے اس میں دلچسپی اور اہتمام اسی حساب سے ہو جس حساب سے عقیدہ اور دین کی جانب ہے اور اگر لوگ عقیدہ پر توجہ دیں اور اس کا اہتمام کریں وہ ہمارا کلمہ ایک رہے گا، ہماری رایوں میں ہم آہنگی ہوگی، فتنوں کا خاتمہ ہوجائے گا، کم ہوجائیں گے۔

☆☆☆

کینسر: وجوہات مختلف سہی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ سرطان یعنی Cancer طوفان بن کر پھیلتا جارہا ہے، اور برسہا برس کی تحقیقات مستقل کے باوجود اس پر قابو نہیں پایا جاسکا ہے۔

کینسر دل کے علاوہ، جسم کے ہر حصے میں ہوسکتا ہے، پہلے تو اس کا علاج محض آپریشن تھا، جو عارضی ثابت ہوتا تھا، لیکن اب تو برقی شعاعوں سے سینکائی بھی کی جاتی ہے، ادویاتی (کیموتھیراپی) علاج بھی کیا جاتا ہے، بلڈ کینسر (لیوکیمیا) کے علاج میں تو اب ہڈی کے گودے Bone Marrow کی تقلیم کو اولیت حاصل ہے، پھر بھی مجموعی طور پر تمام تدابیر، عملیات جراحی، ادویات کے باوجود یہ مرض کافی حد تک لاعلاج سا ہے، دیسی طب میں اس کو سوداوی مرض سمجھا جاتا ہے (واضح رہے کہ طبِ یونانی یعنی حکمت کی بنیاد، اخلاط اربعہ — خون، صفراء، سواد، بلغم — پر ہے) سرطان اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کیوں کہ یہ کیکڑے کی طرح اپنی جڑیں پیوست کرلیتا ہے۔

طب میں اس کا علاج منضجات، مسہلات اور تبریدات کے بعد مناسب بدآفات کے ساتھ سم الفار، شنگرف، ہڑتال اور سیماب سے کیا جاتا ہے، ان مرکبات کو حقے میں تمباکو کے بجائے رکھ کر بذریعہ کش، ان کا دھواں کھینچا جاتا ہے، اور لطف یہ ہے کہ یہ علاج زیادہ قیمتی بھی نہیں، قدیم کتب میں ان ادویہ کی افادیت کی تصدیق کی گئی ہے۔

بواسیر: بواسیر نہایت تکلیف دہ بیماری ہے، یہ خونی بھی ہوتی ہے اور بادی بھی، مسے Piles یا Haemorrhoids جب خون سے پُر ہوجاتے ہیں تو رفع حاجت کے وقت، ذرا سا بھی زور لگانے پر پھٹ جاتے ہیں اور خون دھار کی شکل میں نکلنے لگتا ہے، بیحد تکلیف اور خون کے اکثر وبیشتر اخراج کی وجہ سے مریض بے حد کمزور ہوجاتا ہے۔

یہ مرض ان افراد کو زیادہ لاحق ہوتا ہے جو کافی وقت تک ایک ہی جگہ بیٹھ کر کام کرنے کے عادی ہوتے ہیں، مستقل طور پر بیٹھک کی وجہ سے رگوں پر دباؤ پڑتا ہے اور وہ پھول کر مسوں کی شکل اختیار کرلیتی ہیں، قبض، جگر کی خرابی بھی اس مرض کے اسباب میں بیحد اہم ہیں۔

عام طور پر اس کا علاج بذریعہ آپریشن کیا جاتا ہے، ''جھولا جھاپ معالج''، روغنِ بادام اور کاربولک ایسڈ باہم آمیز کرکے بذریعہ سیرنج مسوں کی بیرونی پرت کے نیچے، یہ محلول، بہت خفیف مقدار میں داخل کردیتے ہیں، جس سے چند روز میں مسے گل سڑ کر گرجاتے ہیں اور مریض ٹھیک ہوجاتا ہے، لیکن یہ علاج خطرات سے خالی نہیں، محلول اگر مسوں کے اندر پہنچ کر خون میں مل جائے تو مریض کی موت ہوسکتی ہے۔

اس خطرے کے پیش نظر ہم نے عرصۂ دراز کی ریسرچ کے بعد، مسوں کی جڑ میں ربر کا چھلہ چڑھانے کی تکنیک دریافت کی ہے۔

یہ تکنیک کامیاب بھی ہے اور بے ضرر بھی، اس میں خصوصی طور پر تیار کردہ گاؤدم، اسٹیل کی نلکی کے ذریعہ مسے کی جڑ پر، انتہائی تنگ ربر کا چھلہ چڑھادیا جاتا ہے، مسے میں اس چھلے کی وجہ سے دوران خون بند جاتا ہے اور آخر کار چند روز بعد مسہ سوکھ کر گرجاتا ہے، چھلے کی وجہ سے درد کا احساس ضرور ہوتا ہے لیکن Xylocaic Ointonent 5%، لگا کر درد رفع کردیا جاتا ہے، رفع درد کے لیے Esgipyrine یا کوئی دوسری گولی بھی دی جاتی ہے، یہ طریقہ علاج صدفی صد کامیاب ہے، اینٹی بایوٹک ادویہ بھی دی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ اب کئی ادویہ ساز ادارے بھی کیپسول بنارہے ہیں جن کا استعمال کرنے سے یہ مرض ٹھیک ہوجاتا ہے۔

مفید صحت ترکاریاں:

☆ **پالک**: اس میں وٹامن 'A' اور فولاد پایا جاتا ہے، ضعف بصارت اور بالوں کے جھڑنے کو روکنے میں مفید ہے، پالک کے پانی سے بال دھوئے جائے اور یہ عمل عرصہ تک جاری رکھا جائے تو بالوں کا جھڑنا بند ہوجاتا ہے۔

☆ **میتھی**: گٹھیا کی بیماری اس کے مستقل استعمال سے دور ہوجاتی ہے، اس میں وٹامن 'A' کافی مقدار میں پائی جاتی ہے۔

☆ **لوکی، تورئی**: اس کا استعمال کرنے سے پیٹ صاف رہتا ہے اور کھانا جلد ہضم ہوتا ہے، اس میں سارے وٹامن پائے جاتے ہیں، اس لیے یہ بہت فائدہ مند ہیں، لوکی کے چھلکوں سے چہرہ صاف کیا جائے اور پھر کچھ دیر بعد ٹھنڈے پانی سے دھولیا جائے

ابوالوفاء زائد سلفی

وفیات

جناب حاجی محمد یوسف صاحب (آگرہ والے)

حیات و خدمات

اوراس پر مداومت کی جائے تو چہرے کے داغ، جھائیاں دور ہوجاتے ہیں۔

☆ **ہرادھنیا اور پودینہ**: ان میں بھی وٹامن 'A' پائی جاتی ہے، عرق پودینہ دست، الٹی کو روکتا ہے، ہاضم طعام ہے، پودینے کو پانی میں جوش دے کر بھاپ لی جائے تو زکام میں فائدہ ہوتا ہے، اگر زکام پرانا ہو تو اس پانی میں لیموں کا رس بھی ملادیں اور بھاپ لیں، فائدہ ہوجائے گا لیکن یہ عمل کئی دنوں تک پابندی کے ساتھ روزانہ کیا جائے۔

☆ **مولی**: ہاضم طعام ہے، اس کے ٹکڑے کرلیں اور اس پر لیموں کا رس نچوڑ دیں، اور بطور سلاد کھانے کے ساتھ استعمال کریں، پیٹ بھی صاف رہے گا، بھوک بھی خوب لگے گی اور کھانا بھی جلد ہضم ہوگا۔

☆ **گاجر**: اس میں سب وٹامن پائے جاتے ہیں، اس میں ''بیٹا کیروٹن'' بھی کافی مقدار میں پایا جاتا ہے، یہ دل و دماغ کو طاقت دیتی ہے، اعصاب کو تقویت بخشتی ہے، گاجر کا رس نکال کر روزانہ کمزور بچوں کو دیں، بے حد مفید ثابت ہوگا۔

نوٹ: واضح رہے کہ ساری ہری ترکاریاں مفید ہیں، جگہ کی قلت کے باعث صرف چند ترکاریوں کا ذکر کیا جاسکا ہے۔

☆☆ ☆☆☆

نام نسب: محمد یوسف بن محمد یونس بن محمد عمر بن محمد اسماعیل بن محمد یعقوب بن حافظ محمد امین بن خدا بخش۔ جناب خدا بخش مسلکا اہل حدیث تھے جو پھگواڑہ پنجاب میں ہیرے جواہرات کا کاروبار کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے غدر میں یہ وہاں سے ہجرت کرکے اکبرآباد آئے اور مشہور مسلم محلہ غالب پورہ کو اپنا مسکن بنایا اور جوتے کے میٹریل کا کاروبار شروع کیا۔ اکبرآباد یعنی آگرہ جو شرک و بدعت کا گڑھ تھا انھیں کے ذریعہ یہاں دعوت و عمل کا آغاز ہوا اور علامہ محمد بشیر صاحب سہوانی رحمہ اللہ کی شخصیت نے اس دعوت کو اور جلا بخشی۔ آگرہ کے کئی محلوں مثلاً غالب پورہ، راجہ منڈی، تاج گنج، جگدیش پورہ وغیرہ میں اہل حدیثوں کی آبادی میں کافی اضافہ ہوا اور مساجد کا قیام عمل میں آیا۔ مارچ ۱۹۲۸ء میں یہاں اس عظیم الشان آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا انعقاد ہوا جس کی صدارت صاحب رحمۃ للعالمین علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری جج آف پٹیالہ نے فرمائی تھی خطبۂ صدارت کئی مرتبہ چھپ چکا ہے آخری مرتبہ ضلعی کانفرنس آگرہ منعقدہ ۱۶-۱۷ رنومبر ۱۹۹۶ء میں چھپوایا گیا جو اجلاس ہی میں ہاتھوں ہاتھ نکل گیا۔

تعلیم و تربیت: جناب حاجی محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی پیدائش ۱۹۳۱ء میں ہوئی۔ آپ کے والد جناب الحاج محمد یونس صاحب ایک متدین خدا ترس دولت و ثروت سے مالا مال بزرگ تھے، انھوں نے اگر ایک طرف اپنے آبائی پیشہ تجارت کو پروان چڑھایا تو دوسری طرف مذہب و مسلک کو بھی ہاتھوں سے نہیں جانے دیا۔ اہل حدیث کانفرنس کی آواز پر انہوں نے سعودیہ عربیہ کے لیے بھی چندہ دیا تھا۔ مقامی طور سے تو ان کی سخاوت و فیاضی زبان زد خاص و عام تھی، حاجی محمد یونس صاحب نے اپنے ایک بیٹے محمد قاسم کی یاد میں محلہ نائی کی منڈی ککو گلی میں مدرسہ قاسم العلوم قائم کیا۔ جس میں ملک و بیرون ملک سے تشنگان علوم آکر درس نظامیہ متداولہ کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ حاجی محمد یوسف صاحب بھی اسی مدرسہ میں داخل کردیئے گئے اور ابتدائی عربی کے ساتھ حفظ قرآن کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ آپ کے رفقاء سبق میں سے بعض کے اسماء گرامی یہ ہیں جو سب کے سب عالم و فاضل اور بعض حافظ بھی بن کر قاسم العلوم سے نکلے اور فضاء ہند پر کتاب و سنت کی بدلی بن کر چھاگئے۔ جناب مولانا اسلم کانپوریؒ، جناب مولانا محمد احمد کانپوریؒ، جناب مولانا حافظ نذیر احمدؒ صاحب، جناب مولانا حافظ عبدالوہاب صاحب آگرہ استاذ المیراث، جناب مولانا عبدالقیوم صاحب جودھپوری جو ابھی باحیات ہیں۔ اس وقت کے اساتذہ میں مولانا عبدالغنی پنجابیؒ، مولانا عبدالخالق صاحب کھنڈیلوی کا نام قابل ذکر ہے۔

حاجی صاحب کچھ ہی پارے حفظ کرکے اپنے والد کے ساتھ کاروبار میں لگ گئے۔

شادی: ان کی شادی ۱۹۵۰ء میں خاندان کے ایک بزرگ و متدین شخص جناب الحاج محمد الیاس صاحب کی صاحبزادی محترمہ آسیہ بیگم جو الحمدللہ ابھی بقید حیات ہیں سے ہوگئی جن سے کل ۱۳ اولادیں پیدا ہوئیں۔ پانچ اللہ کو پیارے ہوگئے اور بقیہ سب زندہ ہیں، سب سے بڑے بیٹے جناب الحاج محمد یٰسین صاحب حفظہ اللہ، محمد فہیم اور محمد نعیم تینوں بیٹے کاروبار وغیرہ سنبھالے ہوئے ہیں، پانچ بیٹیاں سب کی سب صاحب اولاد ہوکر اپنی سسرال میں خوشگوار زندگی بسر کررہی ہیں۔ آپ کا نکاح آگرہ کے قاضی القضاۃ جناب ناظر علیؒ صاحب نے پڑھایا تھا۔

ملی خدمات: وہ بچپن سے ہی ملی و اسلامی خدمات کا ذوق بے پایاں رکھتے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں وطن تقسیم ہوا۔ مولانا آزاد کی سر میں سرملائے ان کے

خاندان اور دوسرے لوگوں کے ساتھ قیام پاکستان کی مخالفت کرتے رہے۔ مسلم لیگوں کا نعرۂ استہزاء جو کچھ تھا وہ اظہر من الشمس ہے۔ اس سے یہ لوگ بھی محفوظ نہ رہ سکے۔

سو ناکردہ گناہوں کے حسرت کی ملے داد
یا رب اگر یہ ناکردہ گناہوں کی سزا ہے

۱۹۴۷ء کی داستان خوں چکاں کسے یاد نہیں، پورا پنجاب و دہلی جل رہا تھا، مسلمان حیرانی و پریشانی میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے، جان و مال، عزت وآبرو محفوظ نہیں، عصمتیں لٹ رہی تھیں، آگرہ کے اطراف وجوانب خاص طور سے ریاست بھرت پور سے لٹے پٹے زخم خوردہ جاں بلب، بے خانماں برباد مسلمان پناہ کی تلاش میں آگرہ پہنچ رہے تھے۔ عجیب افراتفری کا عالم تھا، ایک حشر سا بپا تھا، خود آگرہ کے مسلمانوں کی اکثریت گھر بار چھوڑ کر پاکستان بھاگ رہی تھی۔ سونے چاندی اور دیگر اسباب زندگی کوڑیوں میں بک رہے تھے۔ آگرہ کی سڑکوں پر بیچنے والوں کی مارکیٹ لگی ہوئی تھی مگر خریدار کون؟ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں بے کس و بدحال زخم سے چور چور مسلمانوں کی دیکھ بھال، زخمیوں کی مرہم پٹی، کھانے کپڑے کا انتظام، جان جوکھوں میں ڈال کر وہ اپنے رفقاء کے ساتھ مل رہے تھے اور جب ۱۹۴۷ کا یہ آتش فشاں ٹھنڈا ہوا تو دوسرے برادران وطن نے اپنے طور سے پورے خاندان اور دیگر رفقاء کار کو اپنے عتابوں کا نشانہ بنایا، کاروبار سیل کردیئے گئے، طرح طرح کی پابندیوں میں الجھا دیا گیا، طرح طرح کی بیہودگیاں وہرزہ سرائیاں کی گئیں مگر ان حضرات کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہیں آئی۔

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

مسلکی خدمات: وہ ابھی ۱۳ یا چودہ سال کے تھے کہ دہلی میں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا اجلاس عام ۷-۸-۹/ اپریل شیخ الاسلام علامہ ثناء اللہ امرتسریؒ کی صدارت میں منعقد ہوا اس کی تین نشستوں میں علامہ خلیلؒ عرب کی ایماء پر آپ کو قرأت قرآن کا شرف حاصل ہوا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

علماء کی خدمت کرنا، ان کی مجلسوں میں بیٹھنا، ان کو وراثت میں ملا ہے۔ اپنے والد کے ساتھ دینی اجتماعات میں برابر شریک ہوتے رہے۔ قاری احمد سعید بنارسی کے تعاون سے آگرہ میں کئی ایک جلسے منعقد کرائے۔ ۱۹۶۱ء میں نوگڈھ کی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس میں جماعت اہل حدیث آگرہ کے قائد بن کر شریک ہوئے اور جب وہاں کچھ لوگوں نے متکلم دوراں صدر جماعت علامہ عبدالوہاب صاحب آروی کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کیا تو انہوں نے اس کا زبردست دفاع کیا۔ اس وقت جماعت اس مدافعانہ عمل سے ایک بہت بڑے فتنہ سے محفوظ رہی وہ کہا کرتے تھے نوگڈھ کانفرنس میں شرکت اور وہاں کے طرز عمل کو میں اپنے لیے اپنی جماعتی زندگی کا نقش آغاز سمجھتا ہوں۔

نوگڈھ سے واپس ہو کر آگرہ کے جماعتی جمود وتعطل کو توڑتے ہوئے آپ نے نوجوانان اہل حدیث آگرہ نام سے تنظیم بنائی اور مردہ دلی کا شکار جماعت اہل حدیث آگرہ کی زندگی میں نئی روح پھونکنے کی کوشش کی۔ آزادئ وطن کے صلہ میں پژمردہ اور خستہ حالی کا شکار مدرسہ قاسم العلوم نائی کی منڈی میں اور دوسرے مدرسہ اسلامیہ کو نئے عزم وحوصلہ کے ساتھ چلانا شروع کیا۔ خدا کرے اسلام کے یہ دونوں چشمۂ صافی قیامت تک جاری رہیں۔ آمین ثم آمین

جمعیت اهل حدیث مغربی یوپی کی امارت: جس وقت اعیان جماعت نے تنظیمی وتبلیغی آسانیوں کی خاطر دستور اساسی کی دفعہ ۳۸ کی روشنی میں صوبہ یوپی کو دو حصوں -مشرقی ومغربی- میں بانٹ دیا تو ارکان وممبران مغربی یوپی نے متفقہ طور سے موصوف کو جمعیت اہل حدیث مغربی یوپی کا امیر منتخب کیا مسلسل سترہ سال تک اس ذمہ داری کو نباہتے ہوئے ۹/ اپریل ۱۹۹۵ء کو مجلس شوری کے اجلاس منعقدہ جامع مسجد اہل حدیث کریم نگر میرٹھ بڑے خوشگوار ماحول میں منصب امارت کو جناب مولانا حافظ محمد سلیمان صاحب میرٹھی کے حوالے کر دیا اس موقع پر الوداعی خطبہ آپ نے اجلاس مجلس شوریٰ کے سامنے راقم السطور سے لکھوا کر پڑھوایا تھا اس کا ایک شعر لوگ آج بھی یاد کرتے اور پڑھتے رہتے ہیں۔

راہ میں نقش کہن چھوڑ دیئے ہیں میں نے
تم اگر چاہو انھیں راہ بناتے جاؤ

اس سترہ سالہ دور میں مرکزی وصوبائی جمعیتوں میں بڑے بڑے انقلابات آئے حالات میں بڑا اتار چڑھاؤ ہوا مگر مغربی یوپی کا سلفی کارواں اپنی منزل کی جانب رواں دواں رہا۔ دعوتی وتبلیغی نیز تنظیمی کام برابر چلتا رہا، مقامی اور ضلعی جمعیتوں میں جلسے ہوتے رہے، ہمہ وقتی مبلغین کا بھی تقرر کیا گیا۔ ۱۹۷۱ء میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کا اجلاس مجلس عاملہ بھی آگرہ میں منعقد ہوا۔ اٹاوہ، میرٹھ، بریلی، فیروز آباد، مرادآباد وغیرہ میں جلسے منعقد ہوتے رہے۔ مکاتب اہل حدیث مغربی یوپی کو ایک نصاب کی لڑی میں پرویا گیا جہاں مکاتب نہیں تھے وہاں مکاتب جاری کئے گئے اور جہاں مسجدیں نہیں تھیں وہاں تعمیر مسجد کے لیے فضا ہموار کی گئی غرضیکہ جب آپ چلے تو پھر کبھی پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ بقول

میں کہاں رکتا ہوں عرش و فرش کی آواز سے
ہم کو جانا ہے بہت آگے حد پرواز سے

رفاهی کام: ملک میں آئے دن فسطائی قوتیں اور طاغوتی طاقتیں فسادات کراتی رہتی ہیں جس میں یک طرفہ مسلمانوں ہی کا جانی و مالی نقصان ہوتا ہے، ان کی امداد و باز آباد کاری کے لیے انہوں نے ہمیشہ دست تعاون آگے بڑھایا ہے۔ آگرہ، علی گڈھ، بھوپال، فیروز آباد، فیض آباد، میرٹھ، ہاشم پورہ، ملیانہ، مرادآباد وغیرہ فسادات کے موقع پر زبردست مدد کیا۔ میرٹھ میں ہاشم پورہ میں تو آپ غلط فہمی کا شکار ہوکر لوگوں کا نشانہ بنتے بنتے بچے۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے بلڈنگ فنڈ کے لیے مرکز کی آواز پر اپنے صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی یوپی کی طرف سے چوالیس ہزار (44000) روپیہ کی خطیر رقم روانہ کی۔

المعهدالاسلامی رچھا بریلی کی بنیاد: مرکزی دارالعلوم بنارس کے نہج پر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی یوپی کے لیے آپ ایک دارالعلوم بنانا چاہتے تھے چنانچہ صوبائی مجلس عاملہ سے منظوری لے کر جناب الحاج محمد عمر رچھا بریلی رحمہ اللہ اور ناظم صوبائی جمعیت جناب نصیر احمد کو ہمراہ لے کر آپ نے فیروزآباد، اٹاوہ، قنوج، میرٹھ و بریلی کا دورہ کیا کہ کسی بھی جگہ کے احباب صوبہ مغربی یوپی کے دارالعلوم کے لیے جگہ فراہم کردیں اور کام آگے بڑھایا جائے۔ اللہ رب العالمین نے رچھا ضلع بریلی کو توفیق بخشی اور کئی بیگھا آراضی پر پھیلا ہوا دارالعلوم بنام 'المعهد الاسلامی السّلفی' قائم ہوگیا جواب الحمدللہ برگ وبار لایا ہے درجۂ فضیلت کی تعلیم کے علاوہ دارالافتاء شعبۂ تصنیف وتالیف بھی قائم ہے اور کئی وقیع کتابیں منصۂ شہود پر آگئی ہیں۔ مغربی یوپی کا یہ بدر کامل اور مہ تاباں جہالت وضلالت کی شب دیجور کو اپنے علم وعرفان کی ضیابار کرنوں سے روشن ومنور کررہا ہے۔ اللھم زد فزد

مقامی خدمات: ان کی مقامی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، انتہائی اختصار کے ساتھ چند خدمات لائق ذکر ہیں:

شہر آگرہ کی تحفظ قبرستان کمیٹی کے اول دن سے خزانچی تھے، اتنا بڑا قبرستان شاید ہی ملک میں کسی جگہ ہو کمیٹی کے صدور ونظماء تو بدلتے رہے مگر خزانچی شپ کے لیے اتنی امانت دار شخصیت بلا امتیاز مسلک ومشرب اہل آگرہ کی نگاہوں میں ان کے علاوہ کوئی اور نہ تھی۔ اسی طرح شمسی عوامی دواخانہ غالب پورہ خورد جس میں کئی ایک ڈاکٹر صبح سے شام تک روزانہ تقریبا ایک سو سے زائد مریضوں کو مفت دوائیں دیتے ہیں ان ہی کی ایما پر قائم کیا گیا اور وہی اس کے چیئر مین تھے۔ شہروں میں شادیوں کی تقریبات منعقد کرنے کا مسئلہ بڑا ٹیڑھا ہوتا ہے۔ مالدار طبقہ تو اپنی حیثیتوں کے مطابق ہوٹلوں کا انتظام کرلیتا ہے مگر غریب بے چارہ کہاں جائے ان مشکلات کو دیکھ کر اپنے چند رفقاء کے ساتھ مل کر ایک قطعۂ آراضی غالب پورہ میں خرید کر شادی ہال کی تعمیر کروائی۔ اس دومنزلہ شادی ہال میں غرباء کی شادی کے لیے کوئی کرایہ نہیں لیا جاتا اور مالداروں سے جو کرایہ ملتا ہے وہ مسجد غالب پورہ کا ہوتا ہے۔ ان کی گوناگوں خدمات کا حال سن کر آگرہ کے اخبار ''بنیادی ستون'' نے بڑا طویل انٹرویو لیا جو مطبوع ہے۔ اسی طرح سماجی خدمات کے صلہ میں میکش اکبرآبادی ٹرسٹ نے آگرہ کے مشہور ہوٹل ''گرانڈ'' میں آگرہ کمشنری کے شعراء، ادباء، وکلا، پروفیسران ودانشوروں کے پرہجوم مجمع میں آپ کو میکش اکبرآبادی ایوارڈ سے نوازا گیا۔

آخری ایام: مسجد ککوگلی میں ہمیشہ فجر کی نماز پڑھاتے رہے، تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑی۔ قرآن پاک کی تلاوت روزانہ تفسیر ثنائی کے ترجمہ کے ساتھ پڑھتے رہے، کون سی آیت کہاں ہے، پوچھنے پر فورا بتادیتے، قرآن پاک سے محبت وشعور وآگہی کا عالم یہ تھا کہ اپنے قرآن پاک کی آیات پر مشتمل مندرجہ ذیل کتابیں لکھ ڈالیں ہر کتاب کا مقدمہ ناچیز راقم السطور سے لکھوایا۔

صدقے کی اہمیت، فضائل نماز، جہنم کی ہولناکیاں، راہ نجات، فضائل رحمۃ للعالمین بکلام رب العالمین۔ یہ سب کتابیں خود چھپوایا اور مفت تقسیم کیا۔

یلوح الخط فی القرطاس دهرا
وکاتبه رمیم فی التراب

مسلک اہل حدیث کے سلسلہ میں بڑے غیرت مند واقع ہوئے تھے، ایک مرتبہ مولوی عبدالحمید نعمانی نے ''طلاق ثلاثہ کا تحقیقی جائزہ'' نام کا پمفلٹ شائع کیا جس میں مسلک وبعض زعماء اہل حدیث پر نازیبا کلمات لکھے تھے پڑھ کر تڑپ اٹھے اور ناچیز سے جواب لکھنے کو کہا، فرمائش کی تعمیل ہوئی، جواب شائع ہوا، مطمئن ہوگئے۔ اس طرح تراویح کے مسئلہ میں مدرسہ افضل العلوم آرہ کے مفتی عبدالستار قاسمی نے چیلنج کیا تو ان کا چیلنج قبول کیا آخر مفتی صاحب بیچارے خاموش ہورہے۔ جس روز بیمار ہوئے مدرسہ کے سارے اساتذہ دیکھنے گئے تو زاروقطار رونے لگے اور فرمایا اب میں ککوگلی نہیں آپاؤں گا۔ اپنے بڑے صاحب زادے جناب الحاج محمد یاسین صاحب کو

وصیت نامہ تھمایا جسے کئی سال پہلے ناچیز سے لکھوایا تھا۔ان کی مومنانہ وصیت کو پڑھ کر کوئی بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔لکھا تھا میرے مرنے کے بعد بلا تاخیر واختلاف جائداد ورثاء میں تقسیم کردینا۔ ہمیشہ مسلک اہل حدیث وجمعیۃ سے جڑے رہنا، علماء کی خدمت کرنا، مسجد کنکوگلی کی دیکھ بھال کرنا، اپنی ماں کی دیکھ بھال کرنا، باپ کے بعد چچاؤں کا مرتبہ ہے ان کی عزت کرنا وغیرہ۔ آپ کے نواسے جناب محمد شکیل صاحب جب عیادت کو پہنچے تو ان سے نماز کا عہد لیا اور یہ بھی کہ تمہارے دیکھتے مدرسہ قاسم العلوم بند نہیں ہونا چاہئے۔ آخر وفا شعار اور ہونہار نواسے نے قاسم العلوم کی باگ ڈور سنبھال لی اور بڑی خوش اسلوبی سے اس درسگاہ کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے دو مرتبہ فریضہ حج ادا کیا تھا اور ایک مرتبہ رمضان المبارک میں عمرہ بھی۔ جامعہ سلفیہ سے والہانہ لگاؤ تھا، اول دن سے اس کے رکن تھے اور بلا ناغہ ہر میٹنگ میں شرکت کرتے، عموماً آپ کی رائے وہاں مانی جاتی تھی۔حق گوئی وبے باکی میں بے ہمتا کھڑی لاٹھی فرخ آبادی کی شان تھی، تقریباً ایک مہینہ بیمار رہ کر ۲۲ رمئی ۲۰۰۶ء بروز پیر کردار وعمل کا یہ ماہتاب ہنستا مسکراتا کلمۂ توحید پڑھتا سرزمین آگرہ میں غروب ہوگیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

☆☆☆

(۱) چھتیس گڑھ میں نکسلی دھشت گردی کی مذمت:

دہلی:۱۶رمارچ ۲۰۰۷ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اخبار کے نام جاری ایک بیان میں گزشتہ شب چھتیس گڑھ میں نکسلی دہشت گردوں کے ذریعہ ایک پولیس کیمپ پر یلغار اور اس کے نتیجے میں کم از کم 55 پولیس اہل کار کی ہلاکت پر گہرے رنج وغم اور تشویش کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ واقعہ غیر انسانی اور قابل مذمت ہے۔

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اگر بروقت ان دہشت گردوں اور تشدد پھیلانے والے عناصر کی سرکوبی نہیں کی گئی تو ملک کے امن وامان کو شدید خطرہ لاحق ہوجائے گا۔

(۲)مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کی تشکیل نو: دہلی،۲۶رمارچ ۲۰۰۷ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر جناب حافظ محمد یحیی دہلوی نے دستور کے مطابق نومنتخب عہدیداران مرکزی جمعیت کے صلاح ومشورے سے نئے میقات (۲۰۰۷-۲۰۱۱) کے لیے مرکزی مجلس عاملہ کی تشکیل چند روز قبل کردی ہے۔واضح رہے کہ گزشتہ ۲۵رفروری ۲۰۰۷ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس شوریٰ کے ایک اہم اجلاس میں مرکزی جمعیت اہل حدیث کے ذمہ داروں کا نئے میقات کے لیے باتفاق آراء وبیک آواز انتخاب عمل میں آیا تھا۔

پریس ریلیز میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ بہت جلد مرکزی جمعیت اہل حدیث کی نو تشکیل شدہ مجلس عاملہ کا اجلاس دہلی میں منعقد کیا جائے گا۔

(۳)الہ آباد ھائی کورٹ کے فیصلہ پر ناظم عمومی کا اظھار افسوس: دہلی،۶ر اپریل ۲۰۰۷ء: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے اخبار کے نام جاری اپنے پیغام میں الہ آباد ہائی کورٹ کے اس فیصلے پر نہایت افسوس کا اظہار کیا ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ یوپی میں مسلمان اقلیت میں نہیں ہیں اس لیے حکومت اتر پردیش کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو اقلیت کا خصوصی درجہ نہ دے۔ بلاشبہ یہ مسلمانوں کو حاصل چند جائز مراعات سے محروم کرنے کی غیر آئینی کوشش ہے۔

ناظم عمومی نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ آج ملکی سطح پر مسلمانوں کی حالت زار اور پسماندگی ایک ناقابل تردید حقیقت بن چکی ہے اور مسلمانوں کی تعلیمی، اقتصادی اور معاشرتی صورت حال سے متعلق حالیہ سچر کمیٹی کی رپورٹ پورے ملک میں موضوع بحث بنی ہوئی ہے۔ ایسے وقت میں ہائی کورٹ کا یہ فیصلہ نہایت افسوسناک ہے۔ حالانکہ ہندوستان کی عدلیہ نیک نامی اور غیر جانبداری میں معروف ومشہور ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ الہ آباد ہائی کورٹ کا یہ کوئی پہلا فیصلہ نہیں ہے جو مسلم مخالف ہو بلکہ اس سے قبل بھی مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کے حوالے سے متنازعہ فیصلہ دے کر اپنے وقار کو مجروح کر چکا ہے۔ ☆☆☆

(بقیہ: حقوق والدین کی اھمیت)

والدین کی نافرمانی- گناہ عظیم: والدین کی نافرمانی بہت بڑا گناہ ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شرک جیسے بھیانک جرم کے ساتھ شمار کرایا ہے۔صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:**الکبائر: الإشراک باللہ** وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس۔"(صحیح البخاری: ۱۱ر ۵۶۴، کتاب الأیمان والنذور، باب الیمین الغموس، حدیث ۶۶۵۷)

"بڑے بڑے گناہوں میں سے اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنا، اور والدین کی نافرمانی کرنا اور ناحق کسی کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا ہے۔"

اسی معنی کی ایک دوسری حدیث صحیحین میں حضرت ابوبکرہ نفیع بن الحارث رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (دیکھیے: صحیح البخاری: کتاب الأدب، باب عقوق الوالدین من الکبائر، حدیث:۵۹۷۶،صحیح مسلم:۱ر۸۱-۸۲، کتاب الایمان، باب الکبائر وأکبرہا)

ایک عظیم خوشخبری: ہم میں سے بہت سے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو والدین جیسی عظیم دولت ونعمت سے اس وجہ سے محروم ہوگئے ہیں کہ ان کے والدین اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں، لہذا وہ اب ان کی خدمت سے محروم ہیں۔ تو ایسے لوگوں کو مایوس اور دلبرداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ان کے لیے حدیث میں خوشخبری آئی ہے کہ وہ اپنے وفات شدہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا

رفیع اللہ مسعود تیمی

ثواب حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إن أبر البر صلة الرجل أهل ود أبيه۔"
(صحیح مسلم: کتاب البر والصلۃ والآداب، باب فضل صلۃ أصدقاء الأب والأم ونحوہما)
"بہت بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں اور ہم نشینوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔"

مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے دوستوں اور متعارفین کا خیال رکھے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تو اس سے اسے نیکی اور اجر وثواب حاصل ہوگا۔

پس ہمیں چاہیے کہ ہم والدین کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کریں اور والدین کے حق میں ہمیشہ دعائے خیر کرتے رہیں، خصوصا یہ قرآنی دعا ﴿رب ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾ برابر پڑھتے رہیں۔

اللہ تعالی ہمیں والدین مکرمین جیسی عظیم نعمت کی قدر دانی اور ان کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

وصلى الله على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

☆☆☆

اہل حدیث کمپلیکس میں فضیلۃ الشیخ صلاح الدین مقبول احمد مدنی کا خطاب: جنوبی دہلی کی ضلعی جمعیت کے ذمہ داران نے شیخ صلاح الدین مدنی حفظہ اللہ کی دہلی تشریف آوری کو غنیمت جانا اور ۲۶/ مارچ ۲۰۰۷ء بروز پیر بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا میں ایک اہم پروگرام منعقد کیا۔ شیخ صاحب نے "دعوت وتبلیغ کے وسائل اور عصر حاضر کے تقاضے" پر ڈیڑھ گھنٹے روشنی ڈالی۔ اپنے خطاب میں انہوں نے فرمایا کہ کسی بھی عمل میں اخلاص نیت ضروری ہے، انہوں نے آیات واحادیث اور صحیح واقعات کی روشنی میں اس بات پر زور دے کر کہا کہ جب تک کوئی شخص کسی کام کی ابتداء کرنے سے قبل اپنی نیت کو درست نہیں کر لیتا وہ کامرانی سے ہمکنار نہیں ہوتا بلکہ ایسے کام فساد کے نذر ہو جایا کرتے ہیں۔ انہوں نے امام احمد بن حنبل اور امام یحیی بن معین کا طلب حدیث کے لیے یمن کے سفر کا واقعہ بیان کیا کہ جب وہ نکلے تو راستہ ہی میں امام ابن عیینہ کا مسند درس بچھا ہوا تھا۔ انہوں نے وہیں سے طلب علم کے بعد جب لوٹنے کا ارادہ بنایا تو امام احمد نے ان سے فرمایا: جب تک یمن نہیں جائیں گے واپسی ناممکن ہے ایسا اس لیے کہ ہم نے یمن جانے کی نیت کی تھی۔ شیخ صاحب نے اسلاف کرام کے نزدیک صالح نیت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ذات وشخصیت میں کوتاہیاں گرچہ ہیں تاہم اہلحدیثان ہند کی دعوت بے عیب ہے اور ہمیں اسلاف کرام کے طریقوں کو اپنا کر اپنی دعوت دور دور تک پھیلانے کی سعی کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے جماعت وجمعیت کے تئیں شیخ ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری کی دعوتی وتبلیغی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے وسائل دعوت کی وضاحت فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ دور میں دعوتی وسائل کی کثرت ہے اور ان کو اپنا کر ہماری دعوت شہر شہر، قریہ قریہ پہنچ سکتی ہے۔ انہوں نے دعوتی میدان میں ہر داعی کے لیے ہمت وحوصلہ اور شوق وجذبہ کو لازم قرار دیا تاکہ اپنی دعوت کو بحسن وخوبی دوسروں تک پہنچانے میں کوشاں رہے۔ اجتماعی وانفرادی ملاقات، پنجگانہ نمازوں کی ادائیگی کے لیے جماعت میں حاضری، مسجدوں میں آمد ورفت، خطبہ جمعہ اس طرح کے دیگر امور، وسائل دعوت کی راہ میں بڑے معاون ہیں۔ آج کے جدید ٹکنالوجی تیز رفتار وسائل دعوت کو بھی اپنانے کی ضرورت پر زور دیا۔

شیخ کویت کے اندر جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی کے بعض دعوتی اور اہم شعبوں سے منسلک ہیں اور اس میدان میں ان کو اچھا تجربہ حاصل ہے۔ انہوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں بھی اس موضوع کو بڑی عمدگی کے ساتھ واضح کیا۔ سامعین نے ان سے بھرپور استفادہ کیا۔

شیخ کے خطاب کے بعد مولانا عبدالمعید عبدالجلیل علی گڑھ اور مرکزی جمعیت اہل

حدیث ہند کے نائب ناظم مولانا محمد مقیم فیضی رحفظہما اللہ نے بھی اپنے قیمتی خطاب سے سامعین کونوازا۔ ضلعی جمعیت کے عہدیداران، المعہد العالی کے موقر اساتذہ وطلباء، علاقہ اوکھلا وجامعہ نگر کی علمی شخصیات کے علاوہ دہلی کے مختلف مقامات سے بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ خطاب کے بعد ذمہ داران ضلعی جمعیت اہل حدیث جنوبی دہلی نے مہمانوں کی ضیافت کی اور ان کو ان کے مستقر تک پہنچایا۔ ایک بیان کے مطابق اس خطاب کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

ذمہ داران جمعیت کے دعوتی دورے: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے ناظم عمومی فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی سلفی رحفظہ اللہ نے ہندوستان کی مختلف ریاستوں میں منعقد ہونے والی کانفرنسوں میں شرکت کی ان میں سے للمٹیا جھارکھنڈ، کلیۃ الصالحات الاسلامیہ پٹنہ کا سالانہ اجلاس اور دوروزہ تحفظ انسانیت کانفرنس بھیونڈی قابل ذکر ہیں۔ ان میں ان کے خطابات ہوئے اور لوگوں سے ملاقاتیں اور تبادلہ خیالات بھی۔ ادھر مرکزی جمعیت کے نائب ناظم مولانا محمد مقیم فیضی رحفظہ اللہ نے بھی کئی اصلاحی ودعوتی کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ان میں سے ۱۳؍مارچ ۲۰۰۷ء میں منعقد ہونے والی بھیونڈی کانفرنس، ۲۱؍مارچ کو ہونے والی جھانڈہ (ہریانہ) کی کانفرنس اور ۷؍اپریل میں ہونے والا منجلہ ڈیہہ جھارکھنڈ کا اہم اجلاس قابل ذکر ہے۔ ان میں آپ نے اپنے قیمتی خطاب سے سامعین کونوازا اور مرکزی جمعیت کے اہم پیش رفت سے بھی سامعین کو آگاہ کیا۔ جماعت وجمعیت کے تئیں لوگوں کے جذبات وخیالات کوسنا۔ اس طرح گاہے بگاہے تاحال ان کے دعوتی دورے جاری ہیں۔

☆☆☆

کلیۃ الصالحات کے پہلے تعلیمی سیشن کے اختتام پر ایک عظیم الشان دینی واصلاحی جلسے کا انعقاد

جلسے کا انعقاد: ۲۵؍مارچ ۲۰۰۷ء کلیۃ الصالحات الاسلامیہ نیوملت کالونی پھلواری شریف پٹنہ کے پہلے تعلیمی سیشن کے اختتام کے موقعہ پر کلیۃ کے وسیع مسجد ہال میں ایک عظیم الشان دینی واصلاحی جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت ادارے کے بانی وسرپرست مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے کی، نظامت کے فرائض مولانا الحاج عطاء اللہ انور صاحب نے انجام دیئے، پروگرام کا آغاز صوفیہ عطاء الرحمٰن کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، آیات کا ترجمہ شاہین ناز نے پیش کیا، بعدازاں طالبات کلیہ نے حمد ونعت، عربی، اردو، انگریزی اور ہندی میں مختلف موضوعات پر عمدہ تقریریں کیں اس پروگرام میں الحمدللہ خواتین کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی جن کے لیے الگ سے پردے کا نظم تھا، بہار کے سابق وزیر توانائی شیام رجک صاحب نے کلیۃ الصالحات الاسلامیہ جیسے ادارہ کھولے جانے پر پھلواری شریف حلقہ کا ایم ایل اے ہونے کی حیثیت سے ذمہ داران اور اہالیان پھلواری شریف کو مبارک باددی اور آزادی وطن میں مسلمانوں کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی ہرممکن مدد کا وعدہ کیا۔

دوسرے سیشن میں طالبات میں ان کی مختلف میدانوں میں کارکردگی کے پیش نظر سند اور تشجیعی انعامات تقسیم کئے گئے۔

تیسرے اور آخری سیشن کی نظامت مولانا خورشید عالم مدنی نے انجام دیا اور دانشور حضرات نے اپنے اپنے جذبات وتأثرات کا اظہار فرمایا۔ جناب شریف قریشی صاحب چیئر مین وزیر اعظم ۱۵؍نکاتی پروگرام نے اپنے تاثرات ظاہر کرتے ہوئے تعلیم نسواں کے تعلق سے ماں کی گود کو بچوں کی تعلیم وتربیت کا پہلا مرکز قرار دیا۔ پھر نجم الحسن صاحب نجمی، مولانا فضل اللہ انصاری، شیخ ارشد فہیم الدین مدنی، مولانا سیف اللہ مکی، مولانا محمد علی مدنی اور ڈاکٹر سید عبدالحلیم دربھنگہ، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی، مولانا امان اللہ سلفی، جناب محبوب انجینئر نے اپنے تاثرات میں دینی وعصری تعلیم کی اہمیت وضرورت، اس ادارہ کی کامیابی کے ساتھ بچیوں کی تعلیم وتربیت دینے پر ذمہ داران کو مبارکباد دی۔

آخیر میں ناظم عمومی مرکزی جمعیت نے جماعت کی مختصر تاریخ پیش کی اور جماعتی اداروں کی خدمات وکمالات کو واضح کیا۔

ایک اہم نشست اختتام پذیر: ۲۳؍فروری ۲۰۰۷ء مطابق ۵؍صفر ۱۴۲۸ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر دارالکتاب والسنہ کی آفس پر علماء کرام، دعاۃ ومبلغین کی ایک مشاورتی میٹنگ منعقد ہوئی۔ جس میں درج ذیل علماء کرام نے شرکت کی۔

مولانا عبدالعلیم مدنی، مولانا نظام الدین ندوی، مولانا عبدالغنی سلفی، مولانا عبیدالرحمٰن سراجی، مولانا انیس محمدی، مولانا شمیم الرحمٰن ملک، مولانا عبدالرحمٰن سراجی، مولانا عبدالحق سراجی، مولانا عبدالمعبود سلفی، مولانا عبدالتواب محمدی، مولانا عبدالکریم فیضی، مولانا محمد صادق عالیاوی، مولانا محمد فاروق سلفی، مولانا غیاث الدین سلفی، جناب عبدالقدوس صاحب، حاجی عبداللہ صاحب، جناب ذوالفقار صاحب، ماسٹر عبدالواحد صاحب۔

بفضل اللہ اس مشاورتی مجلس میں متفقہ طور پر یہ طے کیا گیا کہ دعوتی کام کو مزید منظم اور مضبوط بنایا جائے اور قرب وجوار میں کتاب وسنت کی تبلیغ بہتر طور طریقے سے کی جائے، مبلغین اپنے فریضہ اور ذمہ داری کو خلوص وللہیت کے ساتھ انجام دیں اور داعی حضرات ان اوصاف سے متصف ہوں جن کو اسلامی شریعت نے وضع کیا ہے جسے دیکھ کر عوام یہ اظہار خیال کرسکیں کہ یہ داعیان اسلام ہیں۔ (عبدالحکیم بن محمد سلیم سلفی، بلرام پور، یوپی)

مدھیہ پردیش میں ایک اہم اجلاس: ۳۰؍جنوری ۲۰۰۷ء بروز منگل ایک روزہ اجلاس زیر صدارت مولانا عبدالقدوس عمری امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مدھیہ پردیش منعقد ہوا جس میں مولانا عبدالقدوس عمری، مولانا محمد شکیل عمری، مولانا عبدالوسیع خان عمری، عبدالمتین صاحب، ابوارشد انصاری، جناب مشتاق عالم، حافظ عبدالحق صاحبان نے مختلف عناوین پر خطاب کیا۔ الحمدللہ کثیر تعداد میں سامعین نے شرکت کی اور اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے۔

(ابوارشد انصاری، ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث جبلپور، ایم پی)

ناگپور میں اجلاس عام: جناب وکیل پرویز کی سرپرستی میں ۱۶؍فروری ۲۰۰۷ء بروز جمعہ بعد نماز عشاء بمقام مسجد اہل حدیث مومن پورہ، ناگپور مہاراشٹر میں ایک دعوتی خطاب عام منعقد کیا گیا۔ جس کی صدارت مولانا انعام اللہ فاروقی صاحب نے فرمائی اور مولانا محمد یوسف کھاروی، مولانا محمد انصار خان مقرر خصوصی کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ جناب وکیل پرویز صاحب نے قرآن کریم کی عظمت کے تعلق سے خطاب فرمایا اور جناب نعیم اختر انصاری کے تشکرانہ کلمات کے ساتھ جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

(نعیم اختر انصاری، مومن پورہ، ناگپور)

ضلعی جمعیت اہل حدیث مدھوبنی کا دورہ: مولانا فضل اللہ انصاری سلفی ناظم ضلعی جمعیت نے مختلف علاقوں کا دورہ کرکے اور ہدایات پر مشتمل پمفلٹ تقسیم کرکے ذمہ داران مقامی جمعیتوں کو متحرک کرتے رہے ہیں۔ اسی پروگرام کے تحت گزشتہ دنوں ایک وفد نے کانہرپٹی، امگاؤں اور سوٹھ گاؤں کا دوہ کیا۔ جس میں مولانا فضل اللہ سلفی کے علاوہ امیر ضلعی جمعیت حافظ صغیر احمد مدنی اور مہمان خصوصی حافظ طاہر سلفی نے بھی شرکت کی۔ پروگرام کی نظامت شیخ عبدالباقی اسلامی نے کی۔ مولوی محمد جمیل، مولوی مجیب الرحمٰن اسلامی، مولوی اعجاز، مولوی نیاز سلفی کے علاوہ سبھی متجاور مقامی جمعیات کے ذمہ داروں نے نظم ونسق کی ذمہ داری سنبھالی۔ فجزاہم اللہ خیرا۔

پٹنہ میں ایک اہم نشست: یکم محرم الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۱/جنوری ۲۰۰۷ء بروز اتوار بعد نماز عصر مسجد اہل حدیث محمد پور، پٹنہ میں ایک میٹنگ مولانا عبدالسمیع جعفری/حفظہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔

دراصل یہ میٹنگ اس نومولو تنظیم کے سلسلے میں رکھی گئی تھی، جو اس بات کے لیے کوشاں ہیں کہ مکہ مکرمہ کی رویت پورے عالم میں تسلیم کی جائے اور وہاں کی رویت کا لحاظ کرتے ہوئے یہاں بھی رمضان المبارک کے روزے، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ منائی جائے۔

۱۴/ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۵/جنوری اور ۲۱/ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۹/جنوری روز جمعہ امارت اہل حدیث صادق پور کی جانب سے مولانا محمد سکندر اصلاحی کی خطابت پر چند لوگوں نے اعتراض کیا اور اس مسئلہ رویت ہلال کے بارے میں گفت وشنید کے لیے موقع طلب کیا لیکن تیاری کے بعد معذرت کردی۔

اس میٹنگ میں گرہٹہ پٹنہ سٹی، منڈئی، سلطان گنج، عالم گنج، کوئلور، بھوجپور کے افراد اچھی تعداد میں موجود تھے۔ مولانا عبدالسبحان دانش اٹاوی نے اس موضوع پر روشنی ڈالی اس کے بعد مولانا امان اللہ سلفی اور سراج الدین کوئلور نے بھی اس نومولود تنظیم کا پردہ چاک کیا۔

اس میں چھ قراردادیں بھی پاس کی گئیں۔ سب سے آخر میں امیر محترم مولانا عبدالسمیع جعفری نے بہت بصیرت افروز گفتگو کی اور سامعین سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ایک ناؤ پر قدم رکھیں، دوناؤ پر نہیں، خوش رہے رحمان بھی، راضی رہے شیطان بھی اس پالیسی پر عمل نہ کریں اور لوگوں کو متنبہ کیا کہ ایسے لوگوں سے ہوشیار رہیں اور اُن سے کنارہ کشی اختیار کریں موصوف کی دعاء کے بعد میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

جمعیت اہل حدیث گیا کا سالانہ اجلاس: ۷/مارچ ۲۰۰۷ء کو جمعیت اہل حدیث گیا کا سالانہ اجلاس ڈاکٹر سید عبدالحلیم صاحب صوبائی امیر جمعیت بہار کی صدارت میں انتہائی پروقار انداز میں منعقد ہوا۔ مولانا ہاشم اصلاحی نے نظامت کے فرائض انجام دیئے۔ عشرت ظہیر ناظم جمعیت اہل حدیث گیا نے رپورٹ پیش کی۔ حافظ اکرام الحق نے سورہ فاتحہ کا منظوم ترجمہ پیش کیا۔ حافظ ارشاد الحق گیاوی اور عبداللہ گیاوی نے نعت ہدیۂ سامعین کیا۔ مولانا ہاشم اصلاحی (پٹنہ) مولانا ابوالقیس فیضی کی تقریریں ہوئیں۔ جناب محمد علی مدنی ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث بہار نے آج کے وسیع سماجی اور سیاسی تناظر میں مسلمانوں کی موجودہ صورت حال کا تذکرہ کیا اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو واضح کیا۔

آخر میں صدارتی خطاب میں جناب سید عبدالحلیم صاحب نے اہل حدیث جمعیت کے امتیازات وخصوصیات پر روشنی ڈالی۔ بعدازاں موصوف نے دعا فرمائی اور جناب ہاشم اصلاحی نے تشکرانہ کلمات کا اظہار فرمایا اور اجلاس کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

(عشرت ظہیر، گیا)

سدھارتھ نگر کی ایک میٹنگ اور اجلاس عام: مولانا غیاث

مدرسہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، دیون مئو، ضلع پرتاپ گڈھ، یوپی کے گراؤنڈ پر ۵/مئی ۲۰۰۷ء بروز سنیچر بعد نماز عصر تا ایک بجے شب زیر صدارت مفسر قرآن مولانا عبدالقیوم رحمانی (مجاہد آزادی ہند) **ایک روزہ اجلاس عام** ہونے جارہا ہے۔ جس میں مولانا عبداللہ مدنی جھنڈانگر، مولانا عبدالسلام مدنی جامعہ سلفیہ بنارس، مولانا محمد اشفاق سلفی مدنی دربھنگہ، مولانا محمد مقیم فیضی دہلی، مولانا عبدالسلام سلفی ممبئی، مولانا محمود احمد بنگالی مسجد مدنپورہ ممبئی، کی شرکت کی متوقع ہے۔ کثیر تعداد میں شریک ہوکر دینی فائدہ اٹھائیں۔ اجلاس گاہ شہر پرتاپ گڈھ سے پٹی تحصیل روٹ دس کلومیٹر پورب کی جانب واقع ہے۔ شرکاء اجلاس کے لیے قیام وطعام کا بندوبست ہوگا۔ رابطہ نمبر: 0982007747/09451274830

اپیل برائے شرکت اجلاس

جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر کی سرپرستی میں ۲۹/اپریل ۲۰۰۷ء بروز اتوار، ضلع دھولیہ کے قریب کے گاؤں نظام پور، جیتانہ میں جمعیت اہل حدیث جیتانہ کے زیراہتمام **ایک روزہ** عظیم الشان اجلاس عام منعقد ہونے جارہا ہے۔ جس کی صدارت مہاراشٹر جمعیت اہل حدیث کے امیر محترم جناب الحاج ڈاکٹر سعید احمد فیضی صاحب کریں گے۔

اس جلسہ میں مولانا محمد مقیم فیضی نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مولانا محمد شعیب جوناگڑھی ناظم جمعیت اہل حدیث گجرات، مولانا عبدالوحید ندوی، مولانا ابورضوان محمدی ناظم اعلیٰ جمعیت اہل حدیث مہاراشٹر، جناب محمد نجیب بقالی صاحب اور دیگر مشاہیر علماء کرام خطاب فرمائیں گے۔

(ڈاکٹر محمد ظہور انصاری دھولیہ)

بہار کی معروف سلفی بستی دیورابندھولی دربھنگہ کی سرزمین پر **دوروزہ اصلاح معاشرہ کانفرنس** بتاریخ ۲۶/۲۷/مئی ۲۰۰۷ء بروز سنیچر/اتوار نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہونے جارہا ہے جس میں سرکردہ جماعتی وملی شخصیات مثلاً شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مولانا عبدالسمیع جعفری امیر امارت اہل حدیث صادقپور، مولانا محمد مقیم فیضی نائب ناظم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مولانا شعیب میمن جوناگڑھی، مولانا محمد اشفاق سلفی، مولانا خورشید عالم مدنی، مولانا ڈاکٹر سعود عالم قاسمی، مولانا مطیع الرحمٰن چترویدی، مولانا ارشد فہیم الدین سلفی، ڈاکٹر عبدالحلیم صاحب، مولانا محمد علی مدنی ودیگر علماء کرام کی شرکت متوقع ہے۔ عوام وخواص سے اس عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کی اپیل ہے۔

(سیف اللہ خالد، ممبئی)

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو فوری ضرورت ہے

آل انڈیا جمعیت اہل حدیث سلفیان ہند کا متحدہ پلیٹ فارم ہے۔ جس کی شاخیں پورے ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کے شعبۂ دعوت میں چند ایسے دعاۃ کی فوری ضرورت ہے جو:

۱- سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہوں۔

۲- خطابت کی عمدہ صلاحیت رکھتے ہوں۔

۳- دعوت میں میدانی کاموں کا تجربہ رکھتے ہوں۔

۴- متشرع ہوں، ان کی وضع قطع درست ہو۔

امیدوار حضرات اپنے نقول اسناد مع تصویر درج ذیل پتہ پر درخواست دے کر فوری رابطہ کریں۔

رابطے کا وقت: ۱۰/ بجے صبح تا ۶/ بجے شام

ضرورت کمپیوٹر آپریٹر

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے دفتر میں ایک کمپیوٹر آپریٹر کی ضرورت ہے جو انگریزی کی ہینڈ رائٹنگ بخوبی پڑھ سکے، کمپوزنگ کی اچھی رفتار ہو، دینی مزاج کا حامل ہو، کمپوزنگ کے ساتھ ڈیزائننگ جاننے والے کو ترجیح دی جائے گی۔

رابطہ کریں

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

4116، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

فون: 011-23273407